بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ   نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ   وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡد

وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ

جلد 70

ایڈیٹر منصور احمد

شمارہ 50

شرح چندہ
سالانہ 800 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
50 پاؤنڈ یا
80 ڈالر امریکن
یا 60 یورو

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly
BADAR Qadian

www.akhbarbadrqadian.in

11 / جمادی الاوّل 1443 ہجری قمری ● 16 / فتح 1400 ہجری شمسی ● 16 / دسمبر 2021ء

ارشاد باری تعالیٰ

قُلۡ لِّمَنۡ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ قُلۡ لِّلّٰہِ ؕ کَتَبَ عَلٰی نَفۡسِہِ الرَّحۡمَۃَ ؕ لَیَجۡمَعَنَّکُمۡ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ لَا رَیۡبَ فِیۡہِ ؕ اَلَّذِیۡنَ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَہُمۡ فَہُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ (الانعام:13)

ترجمہ: پوچھ کہ کس کا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے؟ کہہ دے کہ اللہ ہی کا ہے۔ اس نے اپنے اوپر رحمت فرض کر رکھی ہے۔ وہ ضرور تمہیں قیامت کے دن تک اکٹھا کرتا چلا جائے گا جس میں کوئی شک نہیں۔ وہ لوگ جنہوں نے اپنے آپ کو گھاٹے میں ڈالا پس وہ تو ایمان نہیں لائیں گے۔

اخبار احمدیہ

الحمد للہ سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیر و عافیت ہیں۔

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 10 / دسمبر 2021 کو مسجد مبارک (اسلام آباد) ٹلفورڈ، برطانیہ سے بصیرت افروز خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ جمعہ کا خلاصہ اسی شمارہ کے صفحہ 20 پر ملاحظہ فرمائیں۔

احباب کرام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت و تندرستی، درازیٔ عمر، مقاصد عالیہ میں کامیابی اور خصوصی حفاظت کیلئے دُعائیں جاری رکھیں، اللہ تعالیٰ حضور انور کا ہر آن حافظ و ناصر ہو اور تائید و نصرت فرمائے۔ آمین۔

جولوگ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی اور اسکی تقدیر کیلئے سرِ تسلیم خم کرتے ہیں وہ بڑی شرح صدر سے کہتے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون کسی قسم کا شکوہ اور شکایت یہ لوگ نہیں کرتے، ایسے لوگوں کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اُولٰٓئِکَ عَلَیۡہِمۡ صَلَوٰتٌ یعنی یہی وہ لوگ ہیں جن کے حصہ میں اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت آتی ہے

ارشادات عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصّلوٰۃ و السّلام

بعض آدمی دیکھے گئے ہیں کہ جب کوئی ابتلاء آجاوے تو گھبرا اُٹھتے ہیں اور خدا تعالیٰ کا شکوہ کرنے لگتے ہیں۔ اُن کی طبیعت میں ایک افسردگی پائی جاتی ہے، کیونکہ وہ صلح کُلّی طور پر جو خدا تعالیٰ سے ہونی چاہیے، اُن کو حاصل نہیں ہوتی۔ خدا تعالیٰ سے اسے اُسی وقت تک صلح رہ سکتی ہے جب تک اُس کی مانتا رہے۔ یہ بھی یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ کا معاملہ ایک دوست کا سا معاملہ ہے کبھی ایک دوست دوسرے دوست کی مان لیتا ہے اور دوسرے وقت اس کو اس دوست کی ماننی پڑتی ہے اور یہ تسلیم خوشی اور انشراح صدر سے ہو نہ کہ مجبوراً۔

خدا تعالیٰ ایک جگہ فرماتا ہے وَلَنَبۡلُوَنَّکُمۡ بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَ الۡجُوۡعِ (البقرۃ:156) یعنی ہم آزماتے رہیں گے کبھی ڈرا کر، کبھی بھوک سے کبھی مالوں اور ثمرات وغیرہ کا نقصان کر کے۔ ثمرات میں اولاد بھی داخل ہے اور یہ بھی کہ بڑی محنت سے کوئی فصل تیار کی اور یکا یک اُسے آگ لگی اور وہ تباہ ہوگئی۔ یا اور اُمور کیلئے محنت، مشقت کی، نتیجہ میں ناکام رہ گیا۔ غرض مختلف قسم کے ابتلاء اور عوارض انسان پر آتے ہیں اور یہ خدا تعالیٰ کی آزمائش ہے۔ ایسی صُورت میں جو لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی اور اس کی تقدیر کیلئے سرِ تسلیم خم کرتے ہیں۔ وہ بڑی شرح صدر سے کہتے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ (البقرۃ:157) کسی قسم کا شکوہ اور شکایت یہ لوگ نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اُولٰٓئِکَ عَلَیۡہِمۡ صَلَوٰتٌ۔ الخ یعنی یہی وہ لوگ ہیں جن کے حصہ میں اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں لوگوں کو مشکلات میں راہ دکھا دیتا ہے۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ بڑا ہی کریم و رحیم اور بامروّت ہے۔ جب کوئی اس کی رضا کو مقدّم کر لیتا ہے اور اُسکی مرضی پر راضی ہو جاتا ہے تو وہ اُس کو اُس کا بدلہ دیئے بغیر نہیں چھوڑتا۔ غرض یہ تو وہ مقام اور مرحلہ ہے جہاں وہ اپنی بات منوانی چاہتا ہے۔ دوسرا مقام اور مرحلہ وہ ہے جو اس نے اُدۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ (المؤمن:61) میں فرمایا ہے۔ یہاں وہ اس کی بات ماننے کا وعدہ فرماتا ہے۔ پس شہید اس پہلے مقام پر کھڑا ہوتا ہے۔ یعنی انشراح صدر کے ساتھ اس کی بات مانتا ہے وہ دوست کے ایلام کو برنگِ انعام مشاہدہ کرتا ہے۔ (ملفوظات، جلد اوّل، صفحہ 348، مطبوعہ 2018 قادیان)

وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَۃَ اللّٰہِ لَا تُحۡصُوۡہَا ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ

اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتیں گنناچاہو تب بھی گن نہیں سکتے پھر جس طرح اس نے یہ دنیوی نعمتیں نازل کی ہیں کیوں رُوحانی نعمتیں نازل نہ کرے اور معبودان باطلہ کی طرح جو کوئی طاقت نہیں رکھتے گونگا ہو کر بیٹھ رہے

سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ سورۃ نحل آیت 18، 19 اَفَمَنۡ یَّخۡلُقُ کَمَنۡ لَّا یَخۡلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَکَّرُوۡنَ ○ وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَۃَ اللّٰہِ لَا تُحۡصُوۡہَا ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ○ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ کیا جس نے پیدا کیا ہے وہ اس کی طرح ہو سکتا ہے جس نے پیدا نہیں کیا اس پر بعض لوگوں نے یہ اعتراض اٹھایا ہے کہ کہنا تو یہ چاہئے تھا کہ کیا جو پیدا نہیں کرتا وہ اسکی طرح ہو سکتا ہے جو پیدا کرتا ہے (کشاف) کیونکہ مقابلہ میں ادنیٰ کو اعلیٰ کے مقابل پر رکھتے ہیں نہ کہ اعلیٰ کو ادنیٰ کے مقابل پر۔ طاقت کے اظہار کیلئے یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ کیا بچہ پہلوان کی طرح ہو سکتا ہے مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ کیا پہلوان بچہ کی طرح ہو سکتا ہے۔ یہ اعتراض بالکل درست ہے۔ اگر اس آیت میں طاقت کا اظہار مقصود ہوتا تو ضرور یہی کہا جاتا کہ کیا جو نہیں پیدا کرتا وہ پیدا کرنے والے کے برابر ہو سکتا ہے۔ مگر اس جگہ یہ مراد ہی نہیں۔ علامہ زمخشری اس سوال کو بیان کر کے اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ مشرک خدا تعالیٰ کی صفات غیر اللہ کو دیکر گویا اللہ تعالیٰ کو بھی ایک مخلوق قرار دیتے تھے اس لئے یہ فرمایا کہ اس طرح خدا تعالیٰ پر الزام لگتا ہے تمہارے جھوٹے معبودوں کا درجہ تو نہیں بڑھتا۔ خدا تعالیٰ کا ہی درجہ گھٹانا پڑتا ہے مگر کیا خدا تعالیٰ ان ادنیٰ وجودوں کے برابر ہو سکتا ہے۔ میرے نزدیک یہ جواب اس قدر معقول نہیں جیسا کہ اعتراض جو انہوں نے اوپر اٹھایا ہے۔

میرے نزدیک اس سوال کا جواب اس ترتیب کو مدنظر رکھ کر دیا جا سکتا ہے جو میں نے گزشتہ آیات میں بتائی ہے۔ اصل مضمون جیسا کہ مَیں بتا چکا ہوں یہ تھا کہ کیا خدا تعالیٰ کو کسی الہام بھیجنے کی ضرورت ہے؟ مشرک لوگ اپنے معبودوں کی نسبت یہ ظاہر کرتے تھے کہ ان کے معبود اس لئے الہام نازل نہیں کرتے کہ یہ ان کی شان کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ نہیں بلکہ وہ ایسا کر ہی نہیں سکتے۔ نہ انہوں نے کوئی دنیوی نعمت انسان کو دی ہے نہ دینی نعمت دینے کی توفیق ہے۔ پھر تم کس طرح سمجھتے ہو کہ خدا تعالیٰ بھی انہی کی طرح ہو جائے حالانکہ اس میں تو الہام بھیجنے کی طاقت ہے۔ پس جس طرح اس نے دنیوی نعمتیں دی ہیں وہ روحانی نعمتیں بھی دیتا ہے۔ تم چاہتے ہو کہ وہ بھی تمہارے خیالی معبودوں کی طرح بے بس ہو کر بیٹھ جائے مگر وہ تو زندہ خدا اور طاقتور ہے اور اس نے ہزاروں سامان دنیوی ترقی کے پیدا کئے ہیں۔ پس وہ تمہارے معبودوں کی طرح روحانی ترقی کے طریق بتانے میں کیوں کوتاہی کرے۔ تمہارے معبودوں کا ایسا نہ کرنا ان کی علوشان کی وجہ سے نہیں بلکہ معذوری کے سبب سے ہے اور خدا تعالیٰ معذور نہیں اس لئے وہ کلام بھیجتا رہا ہے اور بھیجتا رہے گا چنانچہ اگلی آیت بھی انہی معنوں کی تصدیق کرتی ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں گننا چاہو تب بھی گن نہیں سکتے۔ پھر جس طرح اس نے یہ دنیوی نعمتیں نازل کی ہیں کیوں رُوحانی نعمتیں نازل نہ کرے اور معبودان باطلہ کی طرح جو کوئی طاقت نہیں رکھتے گونگا ہو کر بیٹھ رہے۔

دوسرے فرمایا کہ غفور رحیم ہے، اگر وہ ہدایت نہ بھیجے تو کمزوروں کی معافی اور قابل لوگوں کی عزت کے بڑھانے کے سامان کس طرح پیدا ہو سکتے ہیں۔ اگر وہ ہدایت بھیجنے سے کوتاہی کرے تو ساتھ ہی اس کی غفور اور رحیم کی صفات بھی معطل ہو جاتی ہیں۔ پس وہ ایسا نہیں کر سکتا۔

(تفسیر کبیر، جلد چہارم، صفحہ 148، مطبوعہ 2010 قادیان)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

فَلَا جُنَاحَ عَلَیۡہِ اَنۡ یَّطَّوَّفَ بِہِمَا کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تشریح

(1643) عروہ نے کہا مَیں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا اور ان سے کہا: بتلایئے اللہ تعالیٰ جو فرماتا ہے: صفا اور مروہ جو شعائر اللہ میں سے ہیں، پس جس نے بیت اللہ کا حج کیا یا عمرہ کیا اس پر کوئی گناہ نہیں کہ ان دونوں کا طواف کرے۔ اللہ کی قسم! (اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے) کہ کسی پر گناہ نہیں کہ وہ صفا اور مروہ کا طواف نہ کرے۔ انہوں نے کہا: میرے بھانجے! کیا ہی بُری بات تم نے کہی ہے۔ یہ آیت اگر جیسا کہ تم نے تاویل کی ہے انہی معنوں میں ہوتی تو یوں ہوتی: لَا جُنَاحَ عَلَیۡہِ اَنۡ لَّا یَتَطَوَّفَ بِہِمَا کہ اس پر کوئی گناہ نہیں کہ ان دونوں کا طواف نہ کرے، لیکن یہ آیت انصار کی نسبت اتری تھی۔ وہ اسلام قبول کرنے سے پہلے منات بت کیلئے احرام باندھتے۔ جس کی وہ مشلل کے پاس پوجا کیا کرتے تھے۔ پس جب حج یا عمرہ کا احرام باندھتے تو صفا اور مروہ میں طواف کرنا گناہ سمجھتے۔ جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اس سے متعلق دریافت کیا، کہا: یا رسول اللہ! ہم گناہ سمجھا کرتے تھے کہ صفا اور مروہ کا طواف کریں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ وحی نازل کی: اِنَّ الصَّفَا وَالۡمَرۡوَۃَ مِنۡ شَعَآئِرِ اللّٰہِ ...... حضرت عائشہؓ کہتی تھیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان دونوں کے درمیان طواف کو جاری کر چکے ہیں اس لئے کسی کو نہ چاہئے کہ ان کے درمیان طواف چھوڑے۔

(صحیح بخاری، جلد 3، کتاب الحج، مطبوعہ 2008 قادیان)

اس شمارہ میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انعامی چیلنج (اداریہ)
خطبہ جمعہ فرمودہ 26 / نومبر 2021ء (مکمل متن)
انٹرویو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بعنوان ہستی باری تعالیٰ
سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (از سیرت خاتم النّبیین)
سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام (از سیرۃ المہدی)
اہم سوالات کے جوابات : از حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ
حضور انور کا بیت الفتوح میں نو تعمیر پانچ منزلہ عمارت کا معائنہ
قرآن مجید کا محافظ اللہ تعالیٰ ہے: اعتراضات کے جوابات
خطبہ جمعہ بطرز سوال و جواب | وصایا
نماز جنازہ غائب | خلاصہ خطبہ جمعہ حضور انور

جمیل احمد ناصر، پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا: پروپرائٹر نگران بدر بورڈ قادیان

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِنعامی چیلنج

ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

اِنَّ السُّمُوْمَ لَشَرُّ مَا فِی العَالَمِ ❁ شَرَّ السُّمُوْمِ عَدَاوَۃُ الصُّلَحَاءِ

اگر پیر مہر علی تحفہ گولڑویہ کے مقابل پر کوئی رسالہ لکھ کر میرے تمام دلائل کو اوّل سے آخر تک توڑ دیں تو مَیں پچاس روپیہ انعام بطور فتحیابی پیر صاحب کو اسی مجلس میں دیدونگا

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ پُرشوکت انعامی چیلنج ہم آپؑ کی کتاب ”تحفہ گولڑویہ“ رُوحانی خزائن جلد 17 سے پیش کررہے ہیں۔ یہ چیلنج سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خصوصیت کے ساتھ پیر مہر علی شاہ گولڑوی کو دیا تھا اور پیر صاحب کے بعد بہت سارے علماء کو بھی دعوتِ عام تھی کہ وہ آپؑ کے چیلنج کا جواب دیں۔ پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے متعلق حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس رضی اللہ عنہ کتاب کے تعارف میں فرماتے ہیں :

1896ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب انجام آتھم میں جن سجادہ نشینوں کو دعوتِ مباہلہ دی تھی ان میں پیر مہر علی شاہ گولڑوی کا نام بھی تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ پیر صاحب پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارے میں حسنِ ظن رکھتے تھے۔ چنانچہ 97-1896ء کی بات ہے کہ ان کے ایک مرید بابو فیروز علی اسٹیشن ماسٹر گولڑہ نے (جو بعد ازاں حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کرکے سلسلہ میں داخل ہوگئے تھے) جب پیر صاحب سے حضرت اقدسؑ کی بابت رائے دریافت کی تو انہوں نے بلا تامل جواب دیا :

”امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ بعض مقامات منازل سلوک ایسے ہیں کہ وہاں اکثر بندگانِ خدا پہنچ کر مسیح اور مہدی بن جاتے ہیں۔ بعض اُن کے ہم رنگ ہوجاتے ہیں۔ یہ مَیں نہیں کہہ سکتا آیا یہ شخص (یعنی حضرت اقدس) منازل سلوک میں اس مقام پر ہے یا حقیقتاً وہی مہدی ہے جس کا وعدہ جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس امت سے کیا ہے۔ مذاہب باطلہ کے واسطے یہ شخص شمشیر برّاں کا کام کررہا ہے اور یقینا تائید یافتہ ہے۔“ (الحکم 24رجون 1904ء صفحہ 5 کالم 2و3)

بعد میں پیر مہر علی شاہ گولڑوی سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سخت مکذب اور مخالف ہوگئے۔ انہوں نے اپنی کتاب شمس الہدایہ میں یہ دعویٰ کیا تھا کہ انہیں قرآن شریف کی سمجھ بوجھ عطا کی گئی ہے۔ نیز درویشی، فقیری اور قلندری کا بھی دعویٰ کیا یعنی وہ شخص جو منقطعین میں شامل ہوگیا ہو اور جسے دُنیا و مافیہا سے کچھ لینا دینا نہ ہو۔ چونکہ پیر مہر علی شاہ گولڑوی خدا کے قائم کردہ ایک سچے سلسلہ کو مٹانا چاہتے تھے اور انہیں قرآنی ارشاد فَلَا تُزَکُّوْٓا اَنْفُسَکُمْ ط کے برخلاف خدا رسیدہ ہونے کا دعویٰ بھی تھا لہٰذا سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اتمامِ حجت کیلئے مناسب سمجھا کہ انہیں عربی میں تفسیر نویسی کا چیلنج دیا جائے۔ چنانچہ آپؑ نے 20 جولائی 1900ء کو ایک اشتہار ”پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی جو سخت مکذب ہیں اُن کے ساتھ ایک طریق فیصلہ“ کے عنوان سے شائع کیا اور انہیں عربی میں تفسیر نویسی کا چیلنج دیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بمقام لاہور ایک جلسہ کیا جائے اور اسی جلسہ میں قرعہ اندازی کرکے قرآن کریم کی ایک سورۃ نکالی جائے اور اس میں چالیس آیات کی تفسیر فی البدیہہ تمام حاضرین کے رُوبرو لکھی جائے۔ تفسیر کے لئے دونوں فریق کو پورے سات گھنٹے کی مہلت دی جائے۔ اور یہ سارا کام ایک ہی دن اور ایک ہی نشست میں ختم ہو۔ پھر تین اہل علم تین دفعہ قسم کے ساتھ یہ گواہی دے دیں کہ کس کی تفسیر بہتر اور خدائی تائید سے لکھی گئی ہے۔ یہ اہل علم نہ تو سلسلہ احمدیہ سے ہوں اور نہ پیر صاحب کے مُریدوں میں سے۔ اگر وہ پیر مہر علی کے حق میں گواہی دیں کہ اُنکی تفسیر بہتر ہے تو آپؑ اپنی تمام کتابیں جلادیں گے اور سمجھ لیں گے کہ آپؑ مخذول و مردود ہیں ورنہ پیر صاحب پر واجب ہوگا کہ وہ توبہ کریں اور بعد توبہ آپؑ کی بیعت میں شامل ہوجائیں۔ آپؑ نے نہ صرف پیر مہر علی کو عربی تفسیر نویسی کی دعوت دی بلکہ تمام اُن علماء کو بھی دعوت دی جو آپؑ سے خاص بغض و عناد رکھتے تھے اور آپؑ کی مخالفت میں پیش پیش تھے۔ چنانچہ ایسے 86 اشخاص کے نام آپؑ نے اشتہار میں درج فرمائے ہیں۔ قرآن مجید کی تفسیر میں مقابلہ کی دعوت دینے کی وجہ صاف ہے کہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جب مخالفین مفتری، کذاب، کافر اور اکفر نام رکھتے ہیں اور عوام الناس کو آپؑ کے خلاف ورغلاتے اور دھوکا دیتے ہیں، اور اپنے تئیں عالم فاضل اور صاحب کشف و الہام ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو ظاہر ہے کہ خدا کی تائید و نصرت اُن کے ساتھ ہونی چاہئے نہ کہ اُس کے ساتھ جو کافر اور اکفر ہے۔ پس یہی وجہ ہے کہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انہیں قرآن مجید کی تفسیر میں مقابلہ کی دعوت دی تاکہ عوام الناس کو معلوم ہوجائے کہ کون خدا سے تائید یافتہ ہے اور کون مخذول و مردود ہے۔

پیر مہر علی شاہ گولڑوی نے مقابلہ سے بچنے کے لئے کس قدر مکر و فریب سے کام لیا ملاحظہ فرمائیں۔ فریق مقابل کو بغیر اطلاع دیئے مہر علی لاہور پہنچ گئے اور وہاں سے ایک اشتہار شائع کیا کہ مجھ کو دعوتِ مقابلہ مع شرائط مجوزہ بسر و چشم منظور ہے۔ لیکن مرزا صاحب میری بھی ایک گزارش کو منظور فرماویں کہ پہلے اپنے مدعی مسیحیت و مہدویت و رسالت کو لسانی تقریر سے بپایہ ثبوت پہنچائیں۔ یعنی پہلے دعویٰ مسیحیت و مہدویت کے متعلق مباحثہ ہو اور مباحثہ کے متعلق مولوی محمد حسین بٹالوی، مولوی عبد الجبار غزنوی اور مولوی عبد اللہ ٹونکی یہ شہادت دیں کہ مرزا صاحب اپنے دعویٰ کو بپایہ ثبوت نہیں پہنچا سکے تو مرزا صاحب کو میرے ہاتھ پر بیعت توبہ کرنی ہوگی۔ پھر بعد اس کے مرزا صاحب کو اجازت ہوگی کہ وہ تحریری مقابلہ بھی کرلیں۔ پیر مہر علی شاہ گولڑوی نے مقابلہ سے بچنے کے لئے عجیب و غریب چال چلی۔ مندرجہ بالا تینوں افراد جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سخت دشمن ہیں، اُن کی گواہی کیونکر قبول ہوسکتی ہے؟ یہ تینوں افراد لازماً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف گواہی دیں گے۔ پھر بیعت کرلینے کے بعد مقابلہ کی کونسی گنجائش باقی رہتی ہے۔ اور پیر مہر علی شاہ گولڑوی نے زبانی مباحثہ کا اشتہار بھی صرف اس لئے دیا کہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب انجام آتھم میں آئندہ زبانی مباحثہ نہ کرنے کا وعدہ کرچکے تھے کیونکہ عموماً اس کے نتائج اچھے نہیں نکلتے۔ لہٰذا اگر آپؑ پیر مہر علی سے زبانی مباحثہ کرتے تو آپؑ پر وعدہ خلافی کا الزام آتا اور نہ کرنے پر مہر علی نے یہ سوچ رکھا تھا کہ وہ عوام میں اس بات کو شہرت دے گا کہ مَیں تو مباحثہ کے لئے تیار تھا لیکن مرزا صاحب ہی تیار نہ ہوئے۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

”ناظرین سوچ لیں کہ اس جگہ کس قدر جھوٹ اور فریب سے کام لیا گیا ہے کیونکہ جبکہ نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کے رُو سے مغلوب ہونے کی حالت میں میرے لئے بیعت کرنے کا حکم لگایا گیا ہے تو پھر مجھے اعجازی مقابلہ کے لئے کونسا موقع دیا گیا اور ظاہر ہے کہ غالب ہونے کی حالت میں تو مجھے خود ضرورت اعجازی مقابلہ کی باقی نہیں رہے گی اور مغلوب ہونے کی حالت میں بیعت کرنے کا حکم میری نسبت صادر کیا گیا۔ اب ناظرین بتلاویں کہ جس مقابلہ اعجازی کیلئے میں نے بلایا تھا اس کا موقع کونسا رہا۔ پس یہ کس قدر فریب ہے کہ پیر جی صاحب نے پیر کہلا کر اپنی جان بچانے کیلئے اس کو استعمال کیا ہے۔ پھر اِس پر ایک اور جھوٹ یہ ہے کہ آپ اپنے اشتہار میں لکھتے ہیں کہ ہم نے آپ کی دعوت کو منظور کرلیا ہے۔ ناظرین انصاف کریں کہ کیا یہی طریق منظوری ہے جو انہوں نے پیش کیا ہے؟ منظوری تو اس حالت میں ہوتی کہ وہ بغیر کسی حیلہ بازی کے میری درخواست کو منظور کرلیتے مگر جبکہ آپ نے ایک اور درخواست پیش کردی اور یہ لکھ دیا کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ قرآن اور حدیث کے رُو سے مباحثہ ہو اور اگر منصف لوگ جو اُنہی کی جماعت میں سے ہوں گے یہ رائے ظاہر کریں کہ پیر صاحب اس مباحثہ میں غالب رہے تو پھر بیعت کرلو۔ اب بتلاؤ کہ جب منقولی مباحثہ پر ہی بیعت تک نوبت پہنچ گئی تو میری درخواست کے منظور کرنے کے کیا معنے ہوئے وہ تو بات ہی معرض التوا میں رہی کیا اسی کو منظوری کہتے ہیں؟ کیا میں پیر صاحب کا مرید بن کر پھر تفسیر لکھنے میں ان کا مقابلہ بھی کروں گا یا غالب ہونے کی حالت میں میرا حق نہیں ہوگا کہ میں اُن سے بیعت لوں؟“ (تحفہ گولڑویہ رُخ جلد 17 صفحہ 88)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ عوام الناس جن میں معاملات کی تہہ تک پہنچنے کا مادہ کم ہوتا ہے ممکن ہے وہ یہ خیال کریں کہ پیر مہر علی نے تفسیری مقابلہ اس لئے ٹال دیا کہ وہ فصیح و بلیغ عربی نہ لکھ سکتے ہوں۔ لیکن عین ممکن ہے کہ ان کے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور مرزا صاحب کے دعویٰ کے دلائل کے ردّ میں بہت کچھ ثبوت موجود ہو جس کی وجہ سے انہوں نے مرزا صاحب کو مباحثہ کی دعوت دی ہے۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عوام الناس کو اس دھوکا سے بچانے کے لئے کہ شاید پیر مہر علی کے پاس حیاتِ مسیح کے بہت کچھ دلائل ہیں اور وہ زبانی مباحثہ کرسکتا ہے، یہ چیلنج دیا کہ اگر وہ تحفہ گولڑویہ میں بیان کردہ دلائل کو توڑ کر دکھادے گا تو اُسے آپؑ پچاس روپیہ بطور انعام دیں گے۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ انعامی چیلنج ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں :

اشتہار انعامی پچاس روپیہ

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

چونکہ مَیں اپنی کتاب انجام آتھم کے اخیر میں وعدہ کرچکا ہوں کہ آئندہ کسی مولوی وغیرہ کے ساتھ زبانی بحث نہیں کروں گا اس لئے پیر مہر علی شاہ صاحب کی درخواست زبانی بحث کی جو میرے پاس پہنچی میں کسی طرح اس کو منظور نہیں کرسکتا۔ افسوس کہ انہوں نے محض دھوکا دہی کے طور پر باوجود اس علم کے کہ مَیں ایسی زبانی بحثوں سے برکنار رہنے کے لئے جن کا نتیجہ اچھا نہیں نکلا خدا تعالیٰ کے سامنے وعدہ کرچکا ہوں کہ مَیں ایسے مباحثات سے دُور رہوں گا پھر بھی مجھ سے بحث کرنے کی درخواست کردی۔ مَیں یقینا جانتا ہوں کہ یہ ان کی درخواست محض اس ندامت سے بچنے کے لئے ہے کہ وہ اس اعجازی مقابلہ کے وقت جو عربی میں تفسیر لکھنے کا مقابلہ تھا اپنی نسبت یقین رکھتے تھے۔ گویا عوام کے خیالات کو اور طرف الٹا کر سُرخرو ہوگئے اور پردہ بنا رہا۔

ہر ایک دل خدا کے سامنے ہے اور ہر ایک سینہ اپنے گنہ کو محسوس کرلیتا ہے لیکن میں حق کی حمایت کی وجہ سے ہرگز نہیں چاہتا کہ یہ جھوٹی سُرخروئی بھی اُن کے پاس رہ سکے اس لئے مجھے خیال آیا کہ عوام جن میں سوچ کا مادہ طبعاً کم ہوتا ہے وہ اگرچہ یہ بات تو سمجھ لیں گے کہ پیر صاحب عربی فصیح میں تفسیر لکھنے پر قادر نہیں تھے اسی وجہ سے تو ٹال دیا لیکن ساتھ ہی ان کو یہ خیال بھی گزرے گا کہ منقولی مباحثات پر ضرور وہ قادر ہوں گے تبھی تو درخواست پیش کردی اور اپنے دلوں میں گمان کریں گے کہ اُن کے پاس حضرت مسیح کی حیات اور میرے دلائل کے ردّ میں کچھ دلائل ہیں اور یہ تو معلوم نہیں ہوگا کہ یہ زبانی مباحثہ کی جرأت بھی میرے ہی اس عہد ترک بحث نے اُن کو دلائی ہے جو انجام آتھم میں طبع ہوکر لاکھوں انسانوں میں مشتہر ہوچکا ہے۔ لہٰذا میں یہ رسالہ لکھ کر اس وقت اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ اگر وہ اس کے مقابل پر کوئی رسالہ لکھ کر میرے ان تمام دلائل کو اوّل سے آخر تک توڑ دیں اور پھر مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی ایک مجمع بٹالہ میں مقرر کرکے ہم دونوں کی حاضری میں میرے تمام دلائل ایک ایک کرکے حاضرین کے سامنے ذکر کریں اور پھر ہر ایک دلیل کے مقابل پر جس کو وہ بغیر کسی کمی بیشی اور تصرف کے حاضرین کو سُنا دیں گے پیر صاحب کے جوابات سُنا دیں اور خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہیں کہ یہ جوابات صحیح ہیں اور دلیل پیش کردہ کی قلع قمع کرتے ہیں تو میں مبلغ پچاس روپیہ انعام بطور فتح یابی پیر صاحب کو اسی مجلس میں دے دوں گا اور اگر پیر صاحب تحریر فرماویں تو میں یہ مبلغ پچاس روپیہ پہلے سے مولوی محمد حسین صاحب کے پاس جمع کرادوں گا۔ مگر یہ پیر صاحب کا ذمہ ہوگا کہ وہ مولوی محمد حسین صاحب کو ہدایت کریں کہ تا وہ مبلغ پچاس روپیہ اپنے پاس بطور امانت جمع کرکے باضابطہ رسید دیدیں اور مندرجہ بالا طریق کی پابندی سے قسم کھا کر ان کو اختیار ہوگا کہ وہ بغیر میرے اجازت کے پچاس روپیہ پیر صاحب کے حوالہ کردیں۔ قسم کھانے کے بعد میری شکایت اُن پر کوئی نہیں ہوگی صرف خدا پر نظر ہوگی جس کی وہ قسم کھائیں گے۔ پیر صاحب کا یہ اختیار نہیں ہوگا کہ یہ فضول عذرات پیش کریں کہ میں نے پہلے سے ردّ کرنے کے لئے کتاب لکھی ہے۔

باقی صفحہ 19 پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

اللہ اکبر! ان دونوں (ابوبکرؓ و عمرؓ) کے صدق و خلوص کی کیا بلند شان ہے!

وہ دونوں ایسے (مبارک) مدفن میں دفن ہوئے کہ اگر موسیٰؑ اور عیسیٰؑ زندہ ہوتے تو بصد رشک وہاں دفن ہونے کی تمنا کرتے (حضرت مسیح موعودؑ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم المرتبت خلیفہ راشد فاروقِ اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 26؍نومبر 2021ء بمطابق 26؍نبوت 1400 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے) یو.کے

(خطبہ کا یہ متن ادارہ بدر ادارہ الفضل انٹرنیشنل لندن کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ○ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○ مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ○ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ○ اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ○ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ۬ۙ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ ○

حضرت عمرؓ کے دربار میں علم رکھنے والے خاص طور پر قرآن کریم کا علم رکھنے والوں کا بڑا مقام تھا چاہے وہ چھوٹی عمر کے نوجوان ہیں یا بچے ہیں یا بڑے ہیں۔ بخاری میں ایک روایت ہے حضرت ابن عباسؓ نے کہا عُیَیْنہ بن حِصن بن حُذَیفہ مدینہ آئے اور اپنے بھتیجے حُر بن قَیس کے پاس اترے اور حُر بِن قیس ان لوگوں میں سے تھے جن کو حضرت عمرؓ اپنے قریب بٹھایا کرتے تھے اور قاری یعنی قرآن کے عالم ہی، بڑی عمر کے ہوں یا جوان، مجلس میں حضرت عمرؓ کے قریب بیٹھنے والے تھے، ان کو مشورہ دینے والے ہوتے تھے۔ عُیَینہ نے اپنے بھتیجے سے کہا: اے بھتیجے! اس امیر کے پاس تمہاری وجاہت ہے۔ اس لیے میرے لیے ان کے پاس آنے کی اجازت مانگو۔ حُر بن قیس نے کہا: میں تمہارے لیے ان کے پاس آنے کی اجازت لے لوں گا۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے تھے چنانچہ حُر نے عُیینہ کے لیے اجازت مانگی اور حضرت عمرؓ نے ان کو اجازت دی۔ جب عُیینہ ان کے پاس آیا تو اس نے کہا خطاب کے بیٹے یہ کیا بات ہے۔ اللہ کی قسم! نہ تو آپؓ ہم کو بہت مال دیتے ہیں اور نہ ہمارے درمیان اور ہمارے مال کے درمیان انصاف سے فیصلہ کرتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ ناراض ہو گئے یہاں تک کہ اس کو کچھ کہنے کو ہی تھے کہ حُر نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے۔ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ (الاعراف:200) یعنی اے نبی! ہمیشہ عفو اختیار کر اور معروف کا حکم دے اور جاہلوں سے کنارہ کشی اختیار کر اور یہ عُیینہ جاہلوں میں سے ہی ہے۔ اللہ کی قسم! جب حُر نے ان کے سامنے یہ آیت پڑھی تو حضرت عمرؓ وہیں رک گئے اور کچھ نہیں کہا اور حضرت عمرؓ کتاب اللہ کو سن کر رک جاتے تھے۔ (صحیح البخاری، کتاب التفسیر سورۃ الاعراف، باب خذ العفو……حدیث 4642)

حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمرؓ کے دربار کا ایک واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ ”حضرت عمرؓ کے دربار میں ایک امیر آیا۔ اس نے اس بات کو بہت مکروہ سمجھا کہ ایک دس برس کا لڑکا بھی بیٹھا ہے کہ ایسی عالیشان بارگاہ میں لونڈوں کو کیا کام؟ اتفاق سے حضرت عمرؓ اس امیر کی کسی حرکت پر ناراض ہوئے۔ جلاد کو بلایا۔ وہی لڑکا پکار اٹھا۔ وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ (آل عمران:135) اور پڑھا وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ (الاعراف: 200) اور کہا ھٰذَا مِنَ الْجَاهِلِيْنَ۔ حضرت عمرؓ کا چہرہ زرد ہو گیا اور خاموش رہ گئے۔ اس وقت اس کے بھائی نے“ یعنی اس شخص کے بھائی نے جو بول رہا تھا ”کہا۔ دیکھا اسی لونڈے نے تمہیں بچایا ہے جس کو تم حقیر سمجھتے تھے۔“ (حقائق الفرقان، جلد دوم، صفحہ 122)

حضرت عمرؓ بچوں کی تربیت کس طرح کیا کرتے تھے۔ اس بارے میں ایک روایت ہے۔ یوسف بن یعقوب نے کہا: ابن شہاب نے مجھے اور میرے بھائی کو اور میرے چچا کے بیٹے کو جبکہ ہم کم سن بچے تھے کہا تم اپنے آپ کو بچہ ہونے کی وجہ سے حقیر نہ سمجھنا کیونکہ حضرت عمرؓ کو جب کوئی معاملہ درپیش آتا تو آپ بچوں کو بلاتے اور ان سے بھی اس غرض سے مشورہ لیتے کہ آپ ان کی عقلوں کو تیز کرنا چاہتے تھے۔

(سیرت عمر بن الخطاب از ابن جوزی، صفحہ 165، مکتبہ مصریۃ الازھر)

جنگ احد میں جب جنگ کا پانسا پلٹا اور مسلمانوں کو شدید نقصان برداشت کرنا پڑا تو اس وقت ابوسفیان نے تین بار پکار کر کہا۔ یہاں حضرت عمرؓ کی غیرت کا سوال ہے کہ کیا ان لوگوں میں محمد ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو اسے جواب دینے سے روک دیا۔ پھر اس نے تین بار پکار کر پوچھا: کیا لوگوں میں ابوقحافہ کا بیٹا ہے؟ پھر تین بار پوچھا: کیا ان لوگوں میں ابن خطاب ہے؟ پھر وہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ گیا اور کہنے لگا یہ جو تھے وہ تو مارے گئے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ اپنے آپ کو قابو میں نہ رکھ سکے اور بولے: اے اللہ کے دشمن! بخدا تم نے جھوٹ کہا ہے۔ جن کا تم نے نام لیا ہے وہ سب زندہ ہیں اور جو بات ناگوار ہے اس میں سے ابھی تیرے لیے بہت کچھ باقی ہے۔ ابوسفیان بولا یہ معرکہ بدر کے معرکہ کا بدلہ ہے اور لڑائی تو ڈول کی طرح ہے کبھی اس کی فتح اور کبھی اس کی۔ (صحیح البخاری کتاب الجہاد باب ما یکرہ من التنازع والاختلاف فی الحرب……حدیث نمبر 3039)

پھر بیت المال کے اموال کی حفاظت اور نگرانی میں کس حد تک محتاط تھے۔ اس بارے میں روایت ہے۔ زید بن اسلم کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے دودھ پیا۔ آپ کو وہ پسند آیا۔ کسی نے گلاس میں دودھ دیا، آپؓ نے پیا اور پسند آیا۔ آپؓ نے اس شخص سے پوچھا جس نے آپؓ کو دودھ پلایا تھا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟ اس نے آپؓ کو بتایا کہ وہ ایک چشمہ پر گیا جس کا اس نے نام بھی لیا۔ وہاں زکوٰۃ کے اونٹوں کو لوگ پانی پلا رہے تھے۔ انہوں نے میرے لیے ان کا دودھ دوہا جس کو میں نے اپنے اس پانی پینے والے برتن میں ڈال لیا۔ حضرت عمر بن خطابؓ نے اپنا ہاتھ منہ میں ڈال کر قے کر کے اس کو نکال دیا۔ (مؤطا امام مالک کتاب الزکاۃ باب ما جاء فی أخذ الصدقات والتشدید فیھا حدیث 31 دار احیاء التراث العربی بیروت 1985ء) کہ یہ زکوٰۃ کا مال ہے۔ یہ میں نہیں پیوں گا۔

بَراءِ بن مَعْرُور کے بیٹے بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت عمرؓ گھر سے نکلے یہاں تک کہ آپؓ منبر پر تشریف لائے۔ آپؓ اس وقت بیمار تھے۔ آپ کی اس بیماری کے لیے شہد تجویز کیا گیا۔ بیت المال میں شہد کا برتن موجود تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا اگر آپ لوگ مجھے اجازت دیں تو میں اسے لے لیتا ہوں ورنہ یہ مجھ پر حرام ہے تو لوگوں نے اس بارے میں آپ کو اجازت دے دی۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 147 ذکر استخلاف عمر مطبوعہ دار الاحیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

بیت المال کے اموال کی حفاظت کا کس قدر خیال تھا اس بارے میں یہ واقعہ پہلے بھی بیان کر چکا ہوں۔ مختصر بیان کرتا ہوں کہ ایک دوپہر کو شدید گرمی میں پیچھے رہ جانے والے دو اونٹوں کو خود ہانک کر آپؓ چراگاہ میں لے کر جا رہے تھے کہ کہیں ادھر ادھر گم نہ ہو جائیں۔ اتفاق سے حضرت عثمانؓ نے جب دیکھا تو کہا کہ یہ کام ہم کر لیتے ہیں، آپؓ سائے میں آ جائیں۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: تم لوگ آرام سے سائے میں بیٹھو۔ یہ میرا کام ہے۔ یہ مَیں ہی کروں گا۔ (ماخوذ از اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، جلد 3، صفحہ 667، عمر بن الخطاب، مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان 2003ء)

اس واقعہ کو حضرت مصلح موعودؓ دیوں بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق مسلمانوں کو مال دیا، دولت دی، عزت دی، رتبہ دیا مگر وہ اسلام سے غافل نہیں ہو گئے۔ یہ بیان فرما رہے ہیں کہ تم لوگوں میں کچھ ہے تو اپنے دین سے غافل نہ ہو، اسلام کی تعلیم سے غافل نہ ہو، اپنی ذمہ داریوں سے غافل نہ ہو۔ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ باہر قُبّہ میں بیٹھا ہوا تھا اور اتنی شدید گرمی پڑ رہی تھی کہ دروازہ کھولنے کی بھی ہمت نہیں پڑتی تھی کہ اتنے میں میرے غلام نے مجھے کہا۔ دیکھئے شدید دھوپ میں باہر ایک شخص پھر رہا ہے۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ وہ شخص میرے قُبّہ کے قریب پہنچا اور میں نے دیکھا کہ وہ حضرت عمرؓ ہیں۔ ان کو دیکھتے ہی میں گھبرا کر باہر نکلا اور میں نے کہا اس گرمی میں آپؓ کہاں؟ حضرت عمرؓ فرمانے لگے کہ بیت المال کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا جس کی تلاش میں مَیں باہر پھر رہا ہوں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے آگے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ۔ وہ ہوں گے تختوں پر مگر ہر وقت نگرانی ان کا کام ہو گا۔ دنیا کی نعمتیں اور دنیا کے آرام ان کو سست نہیں بنائیں گی۔ وہ ان اَرَآئِک کے اندر سو نہ رہے ہوں گے بلکہ بیدار اور ہوشیار ہوں گے۔ لوگوں کے حقوق کی دیکھ بھال کریں گے اور اپنے فرائض منصبی کو پوری خوش اسلوبی سے ادا کرتے چلے جائیں گے۔ (ماخوذ از تفسیر کبیر، جلد 8، صفحہ 315، 314)

مساوات کے قیام کے بارے میں روایت آتی ہے۔ سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس ایک یہودی اور ایک مسلمان لڑتے ہوئے آئے۔ حضرت عمرؓ کو یہودی کی طرف حق معلوم ہوا تو انہوں نے اس کے موافق فیصلہ کیا۔ پھر یہودی بولا اللہ کی قسم! تم نے سچا فیصلہ کیا ہے۔ (مؤطا امام مالک، کتاب الاقضیۃ، باب الترغیب فی القضاء بالحق، روایت نمبر 1425، مکتبہ دار الفکر 2002ء)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ مصر کا ایک شخص حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور اس نے کہا اے امیر المومنین! میں ظلم سے آپؓ کی پناہ چاہتا ہوں۔ آپؓ نے فرمایا: تُو نے اچھی پناہ گاہ ڈھونڈی ہے۔ اس نے کہا میں نے عمرو بن عاصؓ کے بیٹے کے ساتھ دوڑ میں مقابلہ کیا اور میں اس سے آگے نکل گیا۔ اس پر وہ مجھے کوڑے مارنے لگا اور کہا میں معزز فرد کا بیٹا ہوں۔ تمہیں یہ جرأت کس طرح ہوئی کہ میرے سے آگے نکلو۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو خط لکھا اور انہیں اپنے بیٹے کے ساتھ حاضر ہونے کا حکم دیا۔ حضرت عمرو بن عاصؓ آئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا مصری کہاں ہے؟ کوڑا لو اور حضرت عمرو بن عاصؓ کے اس لڑکے کو مارو۔ وہ اسے مارنے لگا اور حضرت عمرؓ فرما رہے تھے، اس مصری شخص کو کہہ رہے تھے کہ ”معزز فرد کے بیٹے کو مار۔“ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ اس نے اسے مارا اور ہم اس کے مارنے کو پسند کر رہے تھے۔ وہ اسے مسلسل کوڑے مارتا رہا یہاں تک کہ ہم

نے تمنا کی کہ اب چھوڑ دے۔ پھر حضرت عمرؓ نے اس مصری شخص سے کہا کہ عمرو بن عاصؓ کے سر پر مارو۔ تو اس (مصری) نے کہا کہ اے امیر المومنین! ان کے بیٹے نے مجھے مارا تھا اور میں نے اس سے بدلہ لے لیا ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے حضرت عمرو بن عاصؓ سے کہا: تم نے کب سے لوگوں کو غلام بنا رکھا ہے حالانکہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد پیدا کیا ہے؟ حضرت عمرو بن عاصؓ نے عرض کیا اے امیر المومنین! نہ مجھے اس واقعہ کا علم تھا اور نہ وہ مصری میرے پاس آیا۔

(کنز العمال، کتاب الفضائل، مجلد السادس، روایت نمبر 36005، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے پاس کچھ مال آیا اور آپؓ اسے لوگوں کے درمیان تقسیم کرنے لگے۔ لوگوں نے بھیڑ لگا دی۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ لوگوں سے مزاحمت کرتے ہوئے آگے بڑھ گئے اور آپؓ تک پہنچ گئے۔ آپؓ نے انہیں ایک درہ لگایا اور کہا: تم زمین میں اللہ کے سلطان سے نہیں ڈرے اور اژدھام کو چیرتے ہوئے آگے نکل آئے تو میں نے سوچا کہ تم کو بتادوں کہ اللہ کا سلطان بھی تم سے قطعاً نہیں ڈرتا۔

(سیرت عمر بن خطاب از علی محمد الصلابی، صفحہ 97، دار المعرفۃ بیروت)

حضرت عمرؓ میں وسعتِ حوصلہ کس حد تک تھی۔ اس بارے میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔ اے لوگو! تم میں کوئی بھی شخص اگر مجھ میں ٹیڑھا پن دیکھے تو اسے سیدھا کر دے۔ ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہا اگر ہم آپؓ میں ٹیڑھا پن دیکھیں گے تو اسے اپنی تلواروں سے سیدھا کریں گے۔ حضرت عمرؓ نے کہا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اس امّت میں ایسا بھی آدمی پیدا کیا ہے جو عمر کے ٹیڑھے پن کو اپنی تلوار سے سیدھا کرے گا۔ (سیرت عمر بن خطاب از علی محمد الصلابی، صفحہ 106، دار المعرفۃ بیروت)

حضرت عمرؓ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: مجھے بھلائی کا حکم دے کر، برائی سے روک کر اور مجھے نصیحت کر کے میری مدد کرو۔ (سیرت عمر بن خطاب از علی محمد الصلابی، صفحہ 107، دار المعرفۃ بیروت)

پھر ایک موقع پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میرے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ وہ شخص ہے جو میرے عیوب سے مجھے آگاہ کرے۔ (الطبقات الکبریٰ، جلد 3، صفحہ 222، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

پھر حضرت عمرؓ کا ایک قول بیان کیا جاتا ہے کہ مجھے خوف ہے کہ مَیں غلطی کروں اور میرے ڈر سے کوئی مجھے سیدھا راستہ نہ دکھائے۔ (سیرت عمر بن خطاب از علی محمد الصلابی، صفحہ 107، دار المعرفۃ بیروت)

ایک دن آپ کے پاس ایک آدمی آیا اور مجمع عام کے سامنے کہنے لگا: اے عمر! اللہ سے ڈرو۔ بعض لوگ اس کی بات سن کر سخت غصہ ہو گئے اور اسے خاموش کرانا چاہا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے اس سے کہا: تم میں کوئی خیر نہیں اگر تم عیب کو نہ بتاؤ اور ہم میں کوئی خیر نہیں اگر ہم اس کو نہ سنیں۔ (سیرت عمر بن خطاب از علی محمد الصلابی، صفحہ 107، دار المعرفۃ بیروت) یعنی اسے کہا صرف یہ بات نہ کرو بلکہ معین کر کے بتاؤ کہ کیا بات کرنا چاہتے ہو۔

ایک دن حضرت عمرؓ لوگوں کے درمیان خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے۔ آپؓ نے اتنا ہی کہا تھا اے لوگو! سنو اور اطاعت کرو کہ ایک آدمی نے بات کاٹتے ہوئے کہا: اے عمر! نہ ہم سنیں گے اور نہ اطاعت کریں گے۔ حضرت عمرؓ نے اس سے نرمی سے پوچھا اللہ کے بندے! کیوں؟ اس نے کہا: اس لیے کہ بیت المال سے جو کپڑا سب میں تقسیم کیا گیا اس سے لوگ صرف قمیص بنوا سکے۔ جوڑا مکمل نہیں ہوا اور آپؓ کو بھی اتنا ہی کپڑا ملا ہوگا۔ پھر آپؓ کا جوڑا کیسے تیار ہو گیا؟ حضرت عمرؓ نے کہا: اپنی جگہ ٹھہرے رہو اور پھر اپنے بیٹے عبد اللہ کو بلایا۔ عبد اللہ نے بتایا کہ انہوں نے اپنے والد کو اپنے حصہ کا کپڑا دیا ہے تا کہ ان کا لباس مکمل ہو جائے۔ یہ سن کر سب لوگ مطمئن ہو گئے اور اس آدمی نے کہا۔ اے امیر المومنین! اب سنوں گا اور اطاعت کروں گا۔

(سیرت عمر بن خطاب از علی محمد الصلابی، صفحہ 107، دار المعرفۃ بیروت)

بعض اس قسم کے اجڈ بھی ہوتے تھے لیکن اس قسم کی باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو تربیت یافتہ صحابہ تھے ان کے منہ سے کبھی آپ نہیں سنیں گے۔ یہ وہی لوگ ہیں جو دیر سے مسلمان ہوئے، یا پھر بالکل ہی اجڈ، اَن پڑھ اور جاہل تھے۔ جو کبار صحابہ تھے ان میں ایسی باتیں نہیں پائی جاتی تھیں ان میں کامل اطاعت ہوتی تھی۔

اسلام مذہبی امور میں آزادی دیتا ہے۔ اس بارے میں حضرت عمرؓ کا طریق کیا تھا۔ فتح اسکندریہ کے بعد وہاں کے حاکم نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو پیغام بھیجا کہ اے اقوامِ عرب! میں تم سے زیادہ قابل نفرت قوموں یعنی اہلِ فارس اور روم کو جزیہ ادا کرتا تھا۔ اگر آپ پسند کریں تو میں آپ کو جزیہ ادا کرنے کے لیے تیار ہوں بشرطیکہ آپ میرے علاقے کے جنگی قیدیوں کو لوٹا دیں۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے دربارِ خلافت میں تمام حالات لکھے۔ حضرت عمرؓ کا جواب آیا کہ تم حاکم اسکندریہ کے سامنے یہ تجویز رکھو کہ وہ جزیہ ادا کرے مگر جو جنگی قیدی تمہارے قبضہ میں ہیں یعنی مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں انہیں اختیار دیا جائے گا کہ وہ اسلام قبول کریں یا اپنی قوم کے مذہب کو برقرار رکھیں۔ جو مسلمان ہو جائے گا وہ مسلمانوں میں شامل ہوگا اور اس کے حقوق و فرائض انہی جیسے ہوں گے یعنی مسلمانوں جیسے مگر جو اپنی قوم کے مذہب پر برقرار رہے گا اس پر وہی جزیہ مقرر کیا جائے گا جو اس کے ہم مذہبوں پر ہوگا۔ چنانچہ عمرو بن عاصؓ نے تمام قیدیوں کو جمع کیا اور ان کو فرمانِ خلافت پڑھ کر سنایا گیا تو بہت سے قیدی مسلمان ہو گئے۔

(ماخوذ از تاریخ الطبری، جلد 2، صفحہ 512-513، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

مذہبی آزادی میں آپ کس قدر محتاط تھے۔ اس بارے میں ایک واقعہ ہے۔ ایک دفعہ ایک بوڑھی نصرانی عورت اپنی کسی ضرورت سے حضرت عمرؓ کے پاس آئی تو آپؓ نے اس سے کہا مسلمان ہو جاؤ محفوظ رہو گی۔ اللہ نے محمدؐ کو حق کے ساتھ بھیجا تھا۔ اس نے جواب دیا میں بوڑھی عورت ہوں اور موت میرے قریب ہے۔ آپؓ نے اس کی ضرورت پوری کر دی لیکن ڈرے کہ کہیں آپؓ کا یہ کام اس کی ضرورت سے غلط فائدہ اٹھا کر اسے مجبورا ً مسلمان بنانے کے مترادف نہ ہو جائے۔ اس لیے آپؓ نے اس عمل سے اللہ تعالیٰ سے توبہ کی اور کہا اے اللہ! مَیں نے اسے سیدھی راہ دکھائی تھی اسے مجبور نہیں کیا تھا۔ بہت احتیاط تھی۔

(ماخوذ از سیدنا عمر بن خطاب از ڈاکٹر علی محمد الصلابی، صفحہ 101، دار المعرفۃ بیروت 2007ء)

پھر ایک واقعہ ہے۔ حضرت عمرؓ کا ایک عیسائی غلام تھا اس کا نام اَشَق تھا اس کا بیان ہے کہ میں حضرت عمرؓ کا غلام تھا۔ آپؓ نے مجھ سے کہا مسلمان ہو جاؤ تا کہ مسلمانوں کے بعض معاملات میں تم سے مدد لے لیا کروں کیونکہ ہمارے لیے مناسب نہیں کہ مسلمانوں کے معاملے میں ان لوگوں سے مدد لوں جو غیر مسلم ہیں لیکن میں نے انکار کر دیا، غلام نے کہا۔ تو آپؓ نے فرمایا لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ۔ دین اسلام میں زبردستی نہیں۔ جب آپؓ کی وفات قریب ہوئی تو آپؓ نے مجھے آزاد کر دیا اور کہا تمہاری جہاں مرضی ہو چلے جاؤ۔ (ماخوذ از سیدنا عمر بن خطابؓ شخصیت اور کارنامے، ڈاکٹر علی محمد صلابی مترجم اردو، صفحہ 184، مکتبہ الفرقان، مظفر گڑھ، پاکستان)

جانوروں پر شفقت اور رحم دلی کا واقعہ۔ اَحْنَف بن قَیس کا بیان ہے کہ ہم عمر بن خطابؓ کے پاس ایک وفد کی شکل میں فتحِ عظیم کی خوشخبری لے کر آئے۔ آپؓ نے پوچھا آپ لوگ کہاں ٹھہرے ہو؟ میں نے کہا فلاں جگہ۔ پھر آپؓ میرے ساتھ چل پڑے۔ ہماری سواری کے اونٹوں کے باڑے یعنی ان کے باندھنے کے مقام تک پہنچے اور ایک ایک کو غور سے دیکھنے کے بعد فرمانے لگے کیا تم اپنی سواریوں کے بارے میں اللہ سے خوف نہیں کھاتے! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ان کا بھی تم پر حق ہے؟ انہیں کھلا کیوں نہ چھوڑ دیا کہ گھاس وغیرہ چرتے۔

(سیرت عمر بن خطاب از علی محمد الصلابی، صفحہ 171، دار المعرفۃ بیروت)

حضرت عمرؓ نے ایک اونٹ دیکھا جس پر بے بسی اور بیماری کے آثار بالکل نمایاں تھے۔ سالم بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے اپنا ہاتھ اونٹ کی پشت پر ایک زخم کے پاس رکھا اور خود کو مخاطب کر کے کہنے لگے کہ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں تیرے بارے میں اللہ کے ہاں میری باز پرس نہ ہو۔

(الطبقات الکبریٰ، باب ذکر استخلاف عمر، جلد 3، صفحہ 217، دار العلمیۃ بیروت)

پھر ایک روایت اسلم سے ہے۔ وہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے فرمایا میرے دل میں تازہ مچھلی کھانے کی خواہش پیدا ہوئی۔ یَرْفَا (حضرت عمرؓ کے غلام کا نام ہے) سواری پر سوار ہوا اور آگے پیچھے چار میل تک دوڑا کر ایک عمدہ مچھلی خرید کر لایا۔ پھر سواری کی طرف متوجہ ہوا اور اسے غسل دیا۔ اتنے میں حضرت عمرؓ بھی آ گئے اور فرمانے لگے چلو یہاں تک کہ آپؓ نے سواری کو دیکھ کر فرمایا۔ تم اس پسینہ کو دھونا بھول گئے ہو جو اس کے کان کے نیچے ہے۔ تم نے عمر کی خواہش پوری کرنے کے لیے ایک جانور کو تکلیف میں مبتلا کر ڈالا ہے۔ اللہ کی قسم! عمر تیری اس مچھلی کو نہیں چکھے گا۔

(کنز العمال کتاب الفضائل مجلد السادس، صفحہ 287، روایت نمبر 35966، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ایک دفعہ حضرت عمرؓ کے پاس گرمی کے موسم میں دوپہر کے وقت عراق سے ایک وفد آیا۔ اس میں اَحْنَف بن قَیس بھی تھے۔ حضرت عمرؓ سر پر پگڑی باندھ کر زکوٰۃ کے ایک اونٹ کو تارکول وغیرہ لگا رہے تھے۔ آپؓ نے فرمایا اے اَحْنَف! اپنے کپڑے اتارو اور آؤ۔ اس اونٹ میں امیر المومنین کی مدد کرو۔ یہ زکوٰۃ کا اونٹ ہے۔ اس میں یتیم، بیوہ اور مسکین کا حق ہے۔ (کنز العمال، جلد 3، صفحہ 303، کتاب الخلافہ مع الامارۃ/قسم الافعال، حدیث 14303، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت عمرؓ کا ایک یہودی کو ایک جواب اس کے بارے میں ایک روایت ہے۔ طارق نے حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت کی کہ یہود میں سے کسی شخص نے ان سے کہا: امیر المومنین! آپؓ کی کتاب میں ایک آیت ہے جسے آپ پڑھتے ہیں اگر وہ ہم پر یعنی یہود کی قوم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید مناتے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا وہ کون سی ہے؟ اس نے کہا۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (المائدہ: 4) یعنی آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا ہے اور تمہیں اپنی نعمت ساری کی ساری عطا کر دی ہے اور میں نے تمہارے لیے اسلام کو بطور دین کے پسند کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا ہمیں وہ دن اور وہ جگہ بھی معلوم ہے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ آپؐ اس وقت جمعہ کے دن عرفات میں کھڑے تھے۔

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب زِیَادَۃُ الْاِیْمَانِ وَ نُقْصَانُہٗ، حدیث 45)

حضرت مصلح موعودؓ اس بارے میں بیان فرماتے ہیں کہ ’’حضرت عمرؓ سے ایک یہودی نے کہا کہ قرآن مجید میں ایک آیت ہے۔ اگر وہ ہماری کتاب میں اترتی تو ہم اس دن عید مناتے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ وہ کون سی آیت ہے؟ اس نے جواب دیا۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ ...... الآیۃ۔ آپ نے فرمایا وہ دن تو ہمارے لئے دو عیدوں کا دن تھا یعنی جمعہ کا دن اور عرفہ کے دن۔ [اس دن] یہ آیت نازل ہوئی تھی۔‘‘

(تفسیر کبیر، جلد 4، صفحہ 6)

بعض بزرگان حضرت عمرؓ کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔ اَشْعَث سے روایت ہے کہ میں نے امام شعبی کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ جب لوگ کسی مسئلے میں اختلاف کریں تو دیکھو کہ حضرت عمرؓ نے اس معاملے میں کیا کیا ہے۔ کیونکہ حضرت عمرؓ بغیر مشورہ کے کوئی کام نہیں کرتے تھے۔

(حلیۃ الاولیاء، جلد 4، صفحہ 304-305، روایت 5841، مکتبۃ الایمان، الطبعۃ الاولیٰ 2007)

امام شَعبی فرماتے ہیں: مَیں نے حضرت قَبِیصہ بن جابر کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ میں حضرت عمر بن خطابؓ کے

ساتھ رہا ہوں۔ میں نے آپ سے زیادہ کتاب اللہ کو پڑھنے والا اور اللہ کے دین کو سمجھنے والا اور آپ سے اچھا اس کی درس و تدریس کرنے والا کوئی نہیں دیکھا۔ (تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر، مجلد 11، جزء 21، صفحہ 128، دار احیاء التراث العربی الطبعۃ الاولیٰ 2001ء)

حضرت حسن بصریؒ نے کہا جب تم اپنی مجلس کو خوشبودار بنانا چاہو تو حضرت عمرؓ کا بہت ذکر کرو۔

(سیرت عمر بن الخطاب از ابن جوزی، صفحہ 217، مکتبہ مصریۃ الازھر)

مجاہد سے روایت ہے کہ ہم آپس میں کہا کرتے تھے کہ بے شک حضرت عمرؓ کے دور میں شیاطین جکڑے ہوئے تھے۔ جب آپؓ شہید ہوئے تو شیاطین زمین میں کودنے لگے۔

(سیرت عمر بن الخطاب از ابن جوزی، صفحہ 217، مکتبہ مصریۃ الازھر)

حضرت عمرؓ کے بارے میں آتا ہے کہ آپؓ کا شاعرانہ ذوق بھی بہت تھا۔ خود شعر تو نہیں کہتے تھے لیکن شعر سنتے تھے، پسند کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ کے ساتھ ایک سفر میں نکلا۔ ایک رات جب ہم چل رہے تھے تو میں ان کے قریب آیا تو انہوں نے اپنے پالان کے اگلے حصہ پر ایک کوڑا مار کر یہ اشعار پڑھے۔

كَذَبْتُمْ وَبَيْتِ اللهِ يُقْتَلُ أَحْمَدُ وَلَمَّا نُطَاعِنْ دُونَهُ وَنُنَاضِلُ
وَنُسْلِمُهُ حَتّٰى نُصَرَّعَ حَوْلَهُ وَنَذْهَلَ عَنْ أَبْنَائِنَا وَالْحَلَائِلِ

تم جھوٹ بولتے ہو۔ اللہ کے گھر خانہ کعبہ کی قسم! حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم شہید نہیں ہو سکتے جب تک کہ ہم ان کی حفاظت کے لیے نیزہ بازی اور شمشیر زنی کے جوہر نہ دکھائیں۔ ہم انہیں نہیں چھوڑیں گے جب تک کہ ہم ان کے قریب جنگ کرتے ہوئے مارے جائیں اور اپنے فرزند اور اہل و عیال کو بھول جائیں۔

وَمَا حَمَلَتْ مِنْ نَاقَةٍ فَوْقَ رَحْلِهَا أَبَرَّ وَ أَوْفٰى ذِمَّةً مِنْ مُحَمَّدِ

کسی اونٹنی نے اپنی پشت پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر نیکی کرنے والا اور وعدہ پورا کرنے والے انسان کو نہیں اٹھایا۔ (تاریخ الطبری، جلد 2، صفحہ 577، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان، 2012ء)

ایک تاریخ دان ڈاکٹر علی محمد صَلاَبی اپنی کتاب ''سیدنا عمر بن خطابؓ، شخصیت اور کارنامے'' میں شعر و شاعری سے لگاؤ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ خلفائے راشدین میں سب سے زیادہ شعر کے ذریعہ مثال دینے والے حضرت عمرؓ تھے۔

آپؓ کے بارے میں بعض لوگوں نے یہاں تک لکھا ہے کہ آپؓ کے سامنے شاید ہی کوئی معاملہ آتا رہا ہو اور آپؓ اس پر شعر نہ سناتے رہے ہوں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ آپؓ نیا جوڑا زیب تن کر کے باہر نکلے۔ لوگ آپؓ کو بہت دھیان سے دیکھنے لگے۔ اس پر آپؓ نے انہیں مثال دیتے ہوئے یہ اشعار سنائے:

لَمْ تُغْنِ عَنْ هُرْمُزٍ يَوْمًا خَزَائِنُهٗ وَالْخُلْدُ قَدْ حَاوَلَتْ عَادٌ فَمَا خَلَدُوْا
أَيْنَ الْمُلُوكُ الَّتِي كَانَتْ نَوَافِلُهَا مِنْ كُلِّ أَوْبٍ إِلَيْهَا رَاكِبٌ يَفِدُ

کہ موت کے وقت ہُرمز کو اس کے خزانوں نے کوئی فائدہ نہ دیا اور قوم عاد نے ہمیشہ آباد رہنے کی کوشش کی لیکن ہمیشہ نہ رہی۔ کہاں گئے وہ بادشاہ جن کے چشموں گھاٹوں سے ہر طرف سے آنے والا قافلہ سیراب ہوتا تھا۔

(سیرۃ عمر بن الخطاب، شخصیت اور کارنامے (مترجم) از علی محمد صلابی، صفحہ 333، مطبوعہ مکتبۃ الفرقان مظفر گڑھ پاکستان)

علی محمد صَلاَبی لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ انہی اشعار کو پسند کرتے تھے جن میں اسلامی زندگی کا جوہر چمکتا ہو۔ وہ اسلامی خصوصیات کی عکاسی کرتے ہوں اور ان کے معانی اور مطالب اسلام کی تعلیمات کے خلاف اور اس کی اقدار سے متعارض نہ ہوں۔ آپؓ مسلمانوں کو بہترین اشعار یاد کرنے پر ابھارتے اور فرماتے تھے۔ شعر سیکھو۔ اس میں وہ خوبیاں ہوتی ہیں جن کی تلاش ہوتی ہے نیز حکماء کی حکمت ہوتی ہے اور مکارم اخلاق کی طرف راہنمائی ہوتی ہے۔ آپؓ شعر کے فوائد کے سلسلہ میں صرف اتنے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اسے دلوں کی چابی اور انسان کے جسم میں خیر کے جذبات کا محرک تصور کرتے تھے۔ آپ شعر کی فضیلت اور فائدے کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ انسان کا سب سے بہترین فن شعر کے چند ابیات کی تخلیق ہے جنہیں وہ اپنی ضرورتوں میں پیش کرتا ہے۔ ان میں کریم اور سخی آدمی کے دل کو نرم کر لیتا ہے اور کمینے شخص کے دل کو اپنی طرف مائل کر لیتا ہے۔

جاہلی شعراء، زمانۂ جاہلیت کے جو پرانے شعراء تھے، ان کے کلام کو بھی اس لیے کافی لگن سے یاد کرتے تھے کہ کتابِ الٰہی کے افہام و تفہیم سے ان کا گہرا تعلق ہے۔ آپؓ نے فرمایا: تم اپنے دیوان کو حفظ کر لو اور گمراہ نہ رہو۔ سامعین نے آپ سے پوچھا کہ ہمارا دیوان کون سا ہے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا دورِ جاہلیت کے اشعار ہیں۔ ان میں تمہاری کتاب یعنی قرآن مجید کی تفسیر ہے اور تمہارے کلام کے معنی ہیں۔ آپؓ کا یہ فرمان آپؓ کے شاگرد اور ترجمان القرآن عبداللہ بن عباس کے اس موقف سے بھی متفق ہے جس میں آپ نے کہا کہ جب تم قرآن پڑھو اور اس کو نہ سمجھ سکو تو اس کے مفہوم معانی عرب کے اشعار میں تلاش کرو کیونکہ شاعری عربوں کا دیوان ہے۔

(ماخوذ از سیرۃ عمر بن الخطاب شخصیت اور کارنامے (مترجم) از علی محمد صلابی، صفحہ 336، مطبوعہ مکتبۃ الفرقان مظفر گڑھ پاکستان)

برصغیر کے معروف سیرت نگار علامہ شبلی نعمانی اپنی کتاب ''الفاروق'' میں آپؓ کے شعر و شاعری کے ذوق کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ شعر و شاعری کی نسبت اگرچہ حضرت عمرؓ کی شہرت عام طور پر کم ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپؓ شعر بہت کم کہتے تھے لیکن شعر و شاعری کا مذاق ایسا عمدہ رکھتے تھے کہ ان کی تاریخ زندگی میں یہ واقعہ ہم ترک نہیں کر سکتے۔ عرب کے ایک مشہور و معروف شعراء کا کلام کثرت سے یاد تھا اور تمام شعرا کے کلام پر ان کی خاص خاص آراء تھی۔ اہلِ ادب کو عموماً تسلیم ہے کہ آپؓ کے زمانہ میں اُن سے بڑھ کر کوئی شخص شعر پڑھنے والا نہ تھا۔

جَاحِظ نے اپنی کتاب ''البیان والتبیین'' میں لکھا ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ اپنے زمانے میں سب سے بڑھ کر شعر کے شناسا تھے۔ حضرت عمرؓ کے ذوقِ سخن کا یہ حال تھا کہ اچھے اشعار سنتے تو بار بار مزے لے لے کر پڑھتے تھے۔ اگرچہ آپؓ کو مہماتِ خلافت کی وجہ سے ان اشغال میں مصروف ہونے کا موقع نہیں مل سکتا تھا تاہم چونکہ طبعی ذوق رکھتے تھے اس لیے سینکڑوں ہزاروں شعر یاد تھے۔ علمائے ادب کا بیان ہے کہ ان کے حفظِ اشعار کا یہ حال تھا کہ جب کسی معاملے کا فیصلہ کرتے تو ضرور کوئی شعر پڑھتے۔ آپؓ صرف وہ اشعار پسند کرتے تھے جن میں خودداری، آزادی، شرافتِ نفس، حمیت، عبرت کے مضامین ہوتے تھے۔ اسی بنا پر امرائے فوج اور اضلاع کے عاملوں کو حکم بھیج دیا تھا کہ لوگوں کو اشعار یاد کرنے کی تاکید کی جائے۔ چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو یہ فرمان بھیجا کہ لوگوں کو اشعار یاد کرنے کا حکم دو کیونکہ وہ اخلاق کی بلند باتوں اور صحیح رائے اور انساب کی طرف راستہ دکھاتے ہیں۔ تمام اضلاع میں جو حکم بھیجا تھا اس کے الفاظ یہ تھے:

اپنی اولاد کو تیرنا اور شہ سواری سکھاؤ اور ضرب الامثال اور اچھے اشعار یاد کراؤ۔ یعنی علمی ذوق بھی پیدا کرو۔

اس موقع پر یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت عمرؓ نے شاعری کے بہت سے عیوب مٹا دیے۔ اس وقت تمام عرب میں یہ طریقہ جاری تھا کہ شعراء شریف عورتوں کا نام اعلانیہ اشعار میں لاتے تھے اور ان سے اپنا عشق جتاتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اس رسم کو مٹا دیا اور اس کی سخت سزا مقرر کی۔ اسی طرح ہجو گوئی کو ایک جرم قرار دیا اور حُطَیئہ کو جو مشہور ہجو گو تھا اس جرم میں قید کیا۔

(ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی، صفحہ 330 تا 333، مکتبہ الحرمین لاہور 1431ھ)

علامہ شبلی نعمانی مزید لکھتے ہیں: اس زمانے کا سب سے بڑا شاعر مُتَمِّم بن نُوَیْرَہ تھا جس کے بھائی کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں حضرت خالدؓ نے غلطی سے قتل کر دیا تھا۔ اس واقعہ نے اس کو اس قدر صدمہ پہنچایا تھا کہ ہمیشہ رویا کرتا اور مرثیہ کہا کرتا تھا۔ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؓ نے مرثیہ پڑھنے کی فرمائش کی تو اس نے چند اشعار پڑھے۔ حضرت عمرؓ نے اس سے کہا کہ اگر مجھے کوئی ایسا مرثیہ کہنا آتا تو میں اپنے بھائی زید کا مرثیہ کہتا۔ اس نے کہا اے امیر المومنین! اگر میرا بھائی آپؓ کے بھائی کی طرح مارا جاتا یعنی شہادت کی موت مرتا تو میں ہرگز اس کا ماتم نہ کرتا۔

حضرت عمرؓ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے ساتھ متمم جیسی تعزیت کسی نے نہیں کی۔

(ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی، صفحہ 345، مکتبہ الحرمین لاہور 1431ھ)

حضرت عمرؓ کے فضائل اور مناقب کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''بعض واقعات پیشگوئیوں کے جن کا ایک ہی دفعہ ظاہر ہونا امید رکھا گیا ہے وہ تدریجاً ظاہر ہوں یا کسی اَور شخص کے واسطہ سے ظاہر ہوں جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی کہ قیصر و کسریٰ کے خزانوں کی کنجیاں آپؐ کے ہاتھ پر رکھی گئی ہیں حالانکہ ظاہر ہے کہ پیشگوئی کے ظہور سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو چکے تھے اور آنجنابؐ نے نہ قیصر اور کسریٰ کے خزانہ کو دیکھا اور نہ کنجیاں دیکھیں مگر چونکہ مقدّر تھا کہ وہ کنجیاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ملیں کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وجود ظلی طور پر گویا آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہی تھا اس لیے عالمِ وحی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ قرار دیا گیا۔''

(ایام الصلح، روحانی خزائن، جلد 14، صفحہ 265)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں ''یہ عقیدہ ضروری ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاروق عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب کے سب واقعی طور پر دین میں امین تھے۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اسلام کے آدم ثانی ہیں اور ایسا ہی حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما اگر دین میں سچے امین نہ ہوتے تو آج ہمارے لئے مشکل تھا جو قرآن شریف کی کسی ایک آیت کو بھی من جانب اللہ بتا سکتے۔'' (مکتوباتِ احمد جلد دوم، صفحہ 151، مکتوب نمبر 2، مکتوب بنام حضرت خان صاحب محمد علی خان صاحب، مطبوعہ ربوہ)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ''مجھے میرے رب کی طرف سے خلافت کے بارے میں از روئے تحقیق تعلیم دی گئی ہے اور محققین کی طرح میں اس حقیقت کی تہ تک پہنچ گیا اور میرے رب نے مجھ پر یہ ظاہر کیا کہ صدیق اور فاروق اور عثمان (رضی اللہ عنہم) نیکوکار اور مومن تھے اور ان لوگوں میں سے تھے جنہیں اللہ نے چن لیا اور جو خدائے رحمان کی عنایات سے خاص کئے گئے اور اکثر صاحبان معرفت نے ان کے محاسن کی شہادت دی۔ انہوں نے بزرگ و برتر خدا کی خوشنودی کی خاطر وطن چھوڑے۔ ہر جنگ کی بھٹی میں داخل ہوئے اور موسم گرما کی دوپہر کی تپش اور سردیوں کی رات کی ٹھنڈک کی پرواہ نہ کی بلکہ نوخیز جوانوں کی طرح دین کی راہوں پر محو خرام ہوئے اور اپنوں اور غیروں کی طرف مائل نہ ہوئے اور اللہ رب العالمین کی خاطر سب کو خیر باد کہہ دیا۔ ان کے اعمال میں خوشبو اور ان کے افعال میں مہک ہے اور یہ سب کچھ ان کے مراتب کے باغات اور ان کی نیکیوں کے گلستانوں کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور ان کی بادِ نسیم اپنے معطر جھونکوں سے ان کے اسرار کا پتہ دیتی ہے اور ان کے انوار اپنی پوری تابانیوں سے ہم پر ظاہر ہوتے ہیں پس تم ان کے مقام کی چمک دمک کا ان کی خوشبو کی

مہک سے پتہ لگاؤ اور جلد بازی کرتے ہوئے بدگمانیوں کی پیروی مت کرو اور بعض روایات پر تکیہ نہ کرو! کیونکہ ان میں بہت زہر اور بڑا غلو ہے اور وہ قابل اعتبار نہیں ہوتیں۔ ان میں سے بہت ساری روایات تہ و بالا کرنے والی آندھی اور بارش کا دھوکہ دینے والی بجلی کے مشابہ ہیں۔ پس اللہ سے ڈر اور ان (روایات) کی پیروی کرنے والوں میں سے نہ بن۔‘‘ (سر الخلافہ اردو ترجمہ، صفحہ 25-26)

پھر آپؑ فرماتے ہیں: بخدا اللہ تعالیٰ نے شیخین حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو اور تیسرے جو ذوالنورین ہیں ہر ایک کو اسلام کے دروازے اور خیر الانام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج کے ہراول دستے بنایا ہے۔ پس جو شخص ان کی عظمت سے انکار کرتا ہے اور ان کی قطعی دلیل کو حقیر جانتا ہے اور ان کے ساتھ ادب سے پیش نہیں آتا بلکہ ان کی تذلیل کرتا اور ان کو برا بھلا کہنے کے درپے رہتا ہے اور زبان درازی کرتا ہے مجھے اس کے بد انجام اور سلب ایمان کا ڈر ہے اور جنہوں نے اس کو دکھ دیا، ان پر لعن کیا اور بہتان لگائے تو دل کی سختی اور خدائے رحمان کا غضب ان کا انجام ٹھہرا۔ میرا بارہا کا تجربہ ہے اور میں اس کا کھلے طور پر اظہار بھی کر چکا ہوں کہ ان سادات سے بغض و کینہ رکھنا برکات ظاہر کرنے والے اللہ سے سب سے زیادہ قطع تعلقی کا باعث ہے اور جس نے بھی ان سے دشمنی کی تو ایسے شخص پر رحمت اور شفقت کی سب راہیں بند کر دی جاتی ہیں اور اس کے لئے علم و عرفان کے دروازے وا نہیں کئے جاتے اور اللہ تعالیٰ انہیں دنیا کی لذات و شہوات میں چھوڑ دیتا ہے اور نفسانی خواہشات کے گڑھوں میں گرا دیتا ہے اور اسے اپنے آستانے سے دور رہنے والا اور محروم کر دیتا ہے۔

انہیں یعنی خلفائے راشدین کو اسی طرح اذیت دی گئی جس طرح نبیوں کو دی گئی اور ان پر لعنتیں ڈالی گئیں جس طرح مرسلوں پر ڈالی گئیں اس طرح ان کا رسولوں کا وارث ہونا ثابت ہو گیا اور روز قیامت ان کی جزا اقوام و ملل کے ائمہ جیسی متحقق ہو گئی کیونکہ جب مومن پر کسی قصور کے بغیر لعنت ڈالی جائے اور کافر کہا جائے اور بلا وجہ اس کی ہجو کی جائے اور اسے برا بھلا کہا جائے تو وہ انبیاء کے مشابہ ہو جاتا ہے اور اللہ کے برگزیدہ بندوں کی مانند بن جاتا ہے۔ پھر اسے بدلہ دیا جاتا ہے جیسا نبیوں کو بدلہ دیا جاتا ہے اور مرسلوں جیسی جزا پاتا ہے۔ یہ لوگ بلا شبہ حضرت خیر الانبیاء کی اتباع میں عظیم مقام پر فائز تھے اور جیسا کہ بزرگ و برتر اللہ نے ان کی مدح فرمائی وہ ایک اعلیٰ امّت تھے اور اس نے خود اپنی روح سے ان کی ایسی ہی تائید فرمائی جیسے وہ اپنے تمام برگزیدہ بندوں کی تائید فرماتا ہے اور فی الحقیقت ان کے صدق کے انوار اور ان کی پاکیزگی کے آثار پوری تابانی سے ظاہر ہوئے اور یہ کھل کر واضح ہو گیا کہ وہ سچے تھے اور اللہ ان سے اور وہ اس سے راضی ہو گئے اور اس نے انہیں وہ کچھ عطا فرمایا جو دنیا جہان میں کسی اور کو نہ دیا گیا۔ (ماخوذ از سر الخلافۃ، اردو ترجمہ، صفحہ 28 تا 30)

پھر آپؑ شیعہ حضرات کی ایک بات کو ردّ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ’’شیعہ حضرات میں سے جو یہ خیال کرتا ہے کہ (ابوبکر) صدیقؓ یا (عمر) فاروقؓ نے (علی) مرتضیؓ یا (فاطمۃ) الزہرۃؓ کے حقوق کو غصب کیا اور ان پر ظلم کیا تو ایسے شخص نے انصاف کو چھوڑا اور زیادتی سے پیار کیا اور ظالموں کی راہ اختیار کی۔ یقیناً وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی خاطر اپنے وطن، عزیز دوست اور مال و متاع چھوڑے اور جنہیں کفار کی طرف سے اذیتیں دی گئیں اور جو شر پسندوں کے ہاتھوں بے گھر ہوئے مگر (پھر بھی) انہوں نے اچھے اور نیک لوگوں کی طرح صبر کیا اور وہ خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے (پھر بھی) گھروں کو سیم و زر سے نہ بھرا اور نہ اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو سونے اور چاندی کا وارث بنایا بلکہ جو کچھ حاصل ہوا وہ بیت المال کو دے دیا اور انہوں نے دنیاداروں اور گمراہوں کی طرح اپنے بیٹوں کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا۔ انہوں نے اس دنیا میں زندگی فقر اور تنگدستی کی حالت میں بسر کی اور وہ امراء اور رؤسا کی طرح ناز و نعمت کی طرف مائل نہ ہوئے۔ کیا ان کے بارے میں یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ وہ ازراہِ تعدّی لوگوں کے اموال چھیننے والے تھے اور حق چھیننے، لوٹ مار کرنے اور غارت گری کی طرف میلان رکھنے والے تھے۔ کیا سرورِ کائنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت قدسیہ کا یہ اثر تھا؟ حالانکہ اللہ تمام کائنات کے رب نے ان کی حمد و ثناء کی۔

حقیقت یہ ہے کہ (اللہ) نے ان کے نفوس کا تزکیہ فرمایا اور ان کے دلوں کو پاکیزگی بخشی اور ان کے وجودوں کو منور کیا اور آئندہ آنے والے پاکبازوں کا پیش رَو بنایا اور ہم کوئی کمزور احتمال اور سطحی خیال بھی نہیں پاتے جو ان کی نیتوں کے فساد کی خبر دے یا ان کی ادنیٰ برائی کی طرف اشارہ کرتا ہو چہ جائیکہ ان کی ذات کی طرف ظلم منسوب کرنے کا کوئی پختہ ارادہ کرے۔ بخدا وہ انصاف کرنے والے لوگ تھے۔ اگر انہیں مالِ حرام کی وادی بھی دی جاتی تو وہ اس پر تھوکتے بھی نہیں اور نہ ہی حریصوں کی طرح اس کی طرف مائل ہوتے خواہ سونا پہاڑوں جتنا یا سات زمینوں جتنا ہوتا۔ اگر انہیں حلال مال ملتا تو وہ ضرور اسے صاحبِ جبروت (خدا) کی راہ اور دینی مہمات میں خرچ کرتے۔ پس ہم یہ کیسے خیال کر سکتے ہیں کہ انہوں نے چند درختوں کی خاطر (فاطمۃ) الزہراءؓ کو ناراض کر دیا اور جگر گوشۂ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو شر پسندوں کی طرح اذیت دی بلکہ شرفاء نیک نیت ہوتے اور حق پر ثابت قدم ہوتے ہیں اور اللہ کی طرف سے ان پر رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور اللہ متقیوں کے باطن کو خوب جانتا ہے۔‘‘ (سر الخلافۃ، اردو ترجمہ، صفحہ 37 تا 39)

پھر آپؑ فرماتے ہیں: ’’سچ تو یہ ہے کہ (ابوبکر) صدیقؓ اور (عمر) فاروقؓ دونوں اکابر صحابہ میں سے تھے۔ ان دونوں نے ادائیگی حقوق میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ انہوں نے تقویٰ کو اپنی راہ اور عدل کو اپنا مقصود بنا لیا تھا۔ وہ حالات کا گہرا جائزہ لیتے اور اَسرار کی کنہ تک پہنچ جاتے تھے۔ دنیا کی خواہشات کا حصول کبھی بھی ان کا مقصود نہ تھا۔ انہوں نے اپنے نفوس کو اللہ کی اطاعت میں لگائے رکھا۔ کثرت فیوض اور نبی الثقلینؐ کے دین کی تائید میں شیخین (یعنی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) جیسا میں نے کسی کو نہ پایا۔ یہ دونوں ہی آفتاب امم و ملل (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اتباع میں مہتاب سے بھی زیادہ سریع الحرکت تھے اور آپؐ کی محبت میں فنا تھے۔ انہوں نے حق کے حصول کی خاطر ہر تکلیف کو شیریں جانا اور اس نبی کی خاطر جس کا کوئی ثانی نہیں، ہر ذلت کو برضا و رغبت گوارا کیا اور کافروں اور منکروں کے لشکروں اور کافروں سے مٹھ بھیڑ کے وقت شیروں کی طرح سامنے آئے یہاں تک کہ اسلام غالب آ گیا اور دشمن کی جمعیتوں نے ہزیمت اٹھائی۔ شرک چھٹ گیا اور اس کا قلع قمع ہو گیا اور ملّت و مذہب کا سورج جگمگ جگمگ کرنے لگا اور مقبول دینی خدمت بجالاتے ہوئے اور مسلمانوں کی گردنوں کو لطف و احسان سے زیر بار کرتے ہوئے ان دونوں کا انجام خیر المرسلینؐ کی ہمسائیگی پر منتج ہوا اور یہ اس اللہ کا فضل ہے جس کی نظر سے متقی پوشیدہ نہیں اور بیشک فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے اور وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ جو شخص بکمال شوق اللہ کے دامن سے وابستہ ہو جاتا ہے تو وہ اسے ہرگز ضائع نہیں کرتا، خواہ دنیا بھر کی ہر چیز اس کی دشمن ہو جائے اور اللہ کا طالب کسی نقصان اور تنگی کا منہ نہیں دیکھتا اور اللہ صادقوں کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا۔

اللہ اکبر! ان دونوں (ابوبکرؓ و عمرؓ) کے صدق و خلوص کی کیا بلند شان ہے! وہ دونوں ایسے (مبارک) مدفن میں دفن ہوئے کہ اگر موسیٰؑ اور عیسیٰؑ زندہ ہوتے تو بصد رشک وہاں دفن ہونے کی تمنا کرتے لیکن یہ مقام محض تمنا سے تو حاصل نہیں ہو سکتا اور نہ صرف خواہش سے عطا کیا جا سکتا ہے بلکہ یہ تو بارگاہ ربّ العزت کی طرف سے ایک ازلی رحمت ہے اور یہ رحمت صرف انہی لوگوں کی طرف رخ کرتی ہے جن کی طرف عنایت (الٰہی) ازل سے متوجہ ہو۔ (یہی لوگ ہیں) جنہیں انجام کار اللہ کے فضل کی چادریں ڈھانپ لیتی ہیں۔‘‘

(سر الخلافۃ، اردو ترجمہ، صفحہ 77 تا 79)

پھر آپؑ فرماتے ہیں: ’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو کچھ اسلام کا بنا ہے وہ اصحابِ ثلاثہ سے ہی بنا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا ہے وہ اگرچہ کچھ کم نہیں مگر ان کی کارروائیوں سے کسی طرح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خفت نہیں ہو سکتی کیونکہ کامیابی کی پٹڑی تو صدیق اکبرؓ نے ہی جمائی تھی اور عظیم الشان فتنہ کو انہوں نے ہی فرو کیا تھا۔ ایسے وقت میں جن مشکلات کا سامنا حضرت ابوبکرؓ کو پڑا وہ حضرت عمرؓ کو ہرگز نہیں پڑا۔ پس صدیقؓ نے رستہ صاف کر دیا تو پھر اس پر عمرؓ نے فتوحات کا دروازہ کھولا۔‘‘

(ملفوظات، جلد 6، صفحہ 414-415)

پھر حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل کی کیفیت کے بارے میں لکھتے ہیں جو آپؑ کے دل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین حضرت ابوبکر و عمر کی محبت اور عزت کی تھی کہ ’’ایک دفعہ ایک دوست نے جو محبت مسیح موعودؑ میں فنا شدہ تھے۔ آپ کی خدمت میں عرض کی کہ کیوں نہ ہم آپؑ کو مدارج میں شیخینؓ‘‘، یعنی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر ’’سے افضل سمجھا کریں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب قریب مانیں؟ اللہ اللہ! اس بات کو سن کر حضرت اقدسؑ‘‘ یعنی مسیح موعود علیہ السلام ’’کا رنگ اُڑ گیا اور آپ کے سراپا پر عجیب اضطراب و بیتابی مستولی ہو گئی۔‘‘ کہتے ہیں کہ ’’میں خدائے غیور و قدوس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس گھڑی نے میرا ایمان حضور اقدسؑ کی نسبت اَور بھی زیادہ کر دیا۔ آپؑ نے برابر چھ گھنٹے کامل تقریر فرمائی۔ بولتے وقت میں نے گھڑی دیکھ لی تھی اور جب آپؑ نے تقریر ختم کی جب بھی دیکھی۔ پورے چھ ہوئے۔ ایک منٹ کا فرق بھی نہ تھا۔ اتنی مدت تک ایک مضمون کو بیان کرنا اور مسلسل بیان کرنا ایک خرق عادت تھا۔ اس سارے مضمون میں آپؑ نے رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کے محامد و فضائل اور اپنی غلامی اور کفش برداری کی نسبت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اور جناب شیخین علیہم السلام‘‘ (حضرت ابوبکر و عمر) کے فضائل بیان فرمائے اور فرمایا۔ ’’میرے لئے یہ کافی فخر ہے کہ میں ان لوگوں کا مداح اور خاک پا ہوں۔‘‘

جو جزئی فضیلت خدا تعالیٰ نے انہیں بخشی ہے وہ قیامت تک کوئی اَور شخص نہیں پا سکتا۔ کب دوبارہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں پیدا ہوں اور پھر کسی کو ایسی خدمت کا موقع ملے جو جناب شیخین علیہما السلام‘‘ (حضرت ابوبکر اور حضرت عمر) ’’کو ملا۔‘‘ (ملفوظات، جلد 1، صفحہ 326)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر یہاں سے ختم ہوتا ہے یعنی کہ خطبات میں۔ ان شاء اللہ آئندہ اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو حضرت ابوبکرؓ کا ذکر شروع ہوگا۔

......☆......☆......☆......

ارشاد باری تعالیٰ

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ
مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (سورۃ التوبہ:128)

ترجمہ: یقیناً تمہارے پاس تمہی میں سے ایک رسول آیا۔ اسے بہت سخت شاق گزرتا ہے جو تم تکلیف اٹھاتے ہو (اور) وہ تم پر (بھلائی چاہتے ہوئے) حریص (رہتا) ہے۔ مومنوں کیلئے بے حد مہربان (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

DAR FRUIT CO. KULGAM
B.O AHMED FRUITS
Prop. Khawaja Masood Ahmad Dar   Asnoor (Kashmir)
Contact: 9622584733, 7006066375 (Saqib)

ہستی باری تعالیٰ کے موضوع پر امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ ایک خصوصی انٹرویو

ادارہ ریویو آف ریلیجنز نے ہستی باری تعالیٰ کے متعلق ایک پراجیکٹ 'The Existence Project' کا آغاز کیا ہے۔ اس کا مقصد امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہدایت کے مطابق اس رسالے کے اس بنیادی مقصد (یعنی ہستی باری تعالیٰ کے ثبوت) کو پورا کرنا ہے جس کیلئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اس رسالے کا اجرا فرمایا تھا۔ چنانچہ اس نئے سیکشن کے آغاز پر سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ایک خصوصی انٹرویو مکرم سیّد عامر سفیر صاحب ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز نے 6 / مارچ 2021ء کو ہستی باری تعالیٰ کے موضوع پر لیا۔ اس موضوع سے متعلق سوالات کے جو بصیرت افروز جوابات حضور پُرنُور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مرحمت فرمائے وہ قارئین بدر کے استفادہ اور ازدیادِ علم کے لئے پیش ہے۔

۞ عامر سفیر: حضور! نوجوان اکثر یہ سوال کرتے ہیں کہ آخر ایسا کیوں ہے کہ اسلام کے مطابق خدا ایمانداروں کو آزمائشوں اور مشکلات میں جبکہ کفار کو مصیبتوں اور سزاؤں میں ڈالتا ہے۔ جو سوال خاکسار سے ہوا تھا وہ یہ ہے کہ ’ایسا کیوں نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ ایمان لانے والوں اور کفر کرنے والوں کو تکالیف و مصائب میں مبتلا کرنے کی بجائے ان کے حالات میں واضح فرق پیدا کر دے۔ نیز یہ کہ ان دونوں گروہوں کی بقا ایک دوسرے کے ساتھ رہتے ہوئے کیسے ممکن ہے؟‘

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ اسلام میں جزا اور سزا کا تصور پایا جاتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے پہلے تشریف لانے والے انبیائے کرام کی اقوام پر زلازل، طوفان، آگ وغیرہ کی صورت میں سزائیں وارد ہوئی تھیں۔ ایسی سزائیں آنحضور ﷺ کے زمانہ میں نازل نہیں ہوئیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں جو جنگیں لڑی گئیں مثلاً غزوۂ احد اور غزوۂ حنین وہ بھی سزا کی ہی ایک شکل تھیں گو ان جنگوں میں کئی مسلمان بھی شہید ہوئے۔ غزوۂ بدر میں بھی کئی مسلمان شہید ہوئے۔ گو یہ غزوات کفار کے لیے ایک سزا تھی مگر مسلمانوں کو بھی نقصان ہوا۔ اگر ان کا اثر صرف کفار پر ہونا تھا تو مسلمانوں کو مکمل طور پر محفوظ رہنا چاہیے تھا مگر مسلمان بھی شہید ہوئے۔ اس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک قانون قدرت بنایا ہوا ہے جس کے تحت جب بھی جنگ ہوتی ہے تو دونوں طرف سے لوگ مرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو پہلے ہی بتا دیا تھا کہ جب بھی وہ جنگ کریں گے، ایسی جنگ جس میں وہ اپنے مدمقابل کی جان لینے سے بھی دریغ نہیں کریں گے تو لازمی بات ہے، انہیں بھی موت کا سامنا کرنا ہوگا۔ لیکن اس بات میں بھی شک نہیں کہ انعام کے طور پر اگلے جہان میں مسلمانوں کو جنت نصیب ہوگی اور سزا کے طور پر کفار آگ کا ایندھن بنیں گے۔ یہ زندگی حقیقی زندگی نہیں ہے اسی لیے ہمیں نہایت واضح طور پر یہ سمجھایا گیا ہے کہ اخروی زندگی ہی اصل زندگی ہے۔

پھر شہداء کو اللہ تعالیٰ نے نہایت اعلیٰ مدارج اور رتبے عطا فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ شہید کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں کیونکہ غزوۂ بدر کے شہداء اور دیگر غزوات کے شہداء جنت میں ہیں اور ہم آج بھی ان کی نیکیوں کی وجہ سے ان کو یاد کرتے ہیں۔ جہاں تک ان کفار کا تعلق ہے تو وہ بھلا دیے گئے ہیں اور کوئی انہیں یاد نہیں کرتا۔ اور اگر کوئی انہیں یاد کرتا بھی ہے تو وہ محض رسوائی اور ذلت سے یاد کیے جاتے ہیں۔ بہر حال ان کے حالات کا اکثر حصہ ضائع ہو چکا ہے۔

میں نے حال ہی میں [خطبہ جمعہ میں] بیان کیا کہ ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے آپ ﷺ سے شکایت کی کہ لوگ انہیں ابھی تک ان کے والد کے نام سے پکارتے ہیں جو اسلام کا مخالف تھا۔ ان کفار کے مرنے کے بعد بھی ان کے بدکاموں کی وجہ سے ان کی اولادیں بھی ان کی طرف منسوب ہونا پسند نہیں کرتیں مگر شہداء کے نام ہمیشہ زندہ رہتے ہیں اور ہم ان کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ یہی چیزیں دونوں کے درمیان فرق کرتی ہیں۔ پس یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ شہداء کو مردہ نہ کہو کیونکہ ان کی زندگی کے حالات کو بار بار دہرایا جاتا ہے۔ یوں درحقیقت اللہ تعالیٰ جزا اور سزا دیتا ہے۔

جہاں تک یہ ہے کہ مومنوں کو تکلیف کیوں پہنچتی ہے تو آپ ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا جس شدت اور حدت کا بخار آپ ﷺ کو ہوتا ہے دوسرے اس کی برداشت کی طاقت نہیں رکھتے۔ یہ اس لیے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر مشکلات اور مصائب ڈالیں ورنہ دوسرے لوگ یہ سوال کرتے کہ آپ ﷺ کو مشکلات کا کیا علم، آپ ﷺ تو ناز و نعم کی زندگی گزارتے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ ان مشکلات سے مومنوں کو گزارتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں مزید فرماتا ہے کہ کیا محض اس لیے کہ وہ ایمان لے آئے ہیں انہیں کسی آزمائش میں نہیں ڈالا جائے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعا کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ایک طرف تو لوگ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اُدۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ یعنی مجھے پکارو میں تمہاری پکار کا جواب دوں گا۔ پھر دوسری طرف فرماتا ہے کہ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر دعا شرف قبولیت پا جائے۔ اگر تم اس زندگی کو سب کچھ سمجھ بیٹھو گے تو تمہیں کچھ حاصل نہیں ہوگا ہاں اگر تم اخروی زندگی کو اصل زندگی گردانو گے تو حقیقت کو پا سکو گے۔

۞ عامر سفیر: حضور! جب لوگوں سے ہستئ باری تعالیٰ کے بارے میں بات ہو تو بعض لوگ سوال کرتے ہیں کہ مشکلات اور مصائب کے مضمون کو خدا سے تعلق کے حوالہ سے کیسے زیر بحث لایا جائے خاص طور پر اس وقت جبکہ ایک شخص خود اس تکلیف سے گزر رہا ہو۔ مثال کے طور پر اگر کوئی شخص کسی مشکل کا شکار ہو یا قدرتی آفت سے گزر رہا ہو جیسے آج کل Covid-19 کی وبا پھیلی ہوئی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس حالت میں جبکہ وہ خود بھی وبا کی آفت میں سے گزر رہے ہیں جب دوسروں سے اللہ تعالیٰ کی ہستی کے بارے میں بات کی جاتی ہے تو ان سے اس بارے میں گفتگو کرنا اَور بھی مشکل ہو جاتا ہے اور بسا اوقات منفی رد عمل سامنے آتا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حقیقت یہ ہے کہ چاہے تیس میں سے ایک ہلاک ہو، ساٹھ میں سے ایک ہو یا سو میں سے ایک بہر کیف یہ ایک وبا ہے جس سے کمزور صحت کے لوگ ایک سے دوسرے کو لگنے کی وجہ سے متاثر ہو رہے ہیں اور یہ قانون قدرت کے مطابق ہو رہا ہے۔ قانون قدرت کے مطابق کچھ لوگوں میں بعض کمزوریاں پائی جاتی ہیں اور ان کے وبا سے متاثر ہونے کا امکان زیادہ ہوتا ہے اور اسی قانون قدرت کے تحت اس وبا کے پھیلنے سے کوئی شخص بیمار ہو سکتا ہے۔ قانون قدرت کمزور اور طاقتور کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتا۔ کچھ لوگ ایسے ہیں جن کا دفاعی نظام ایسا ہوتا ہے کہ وہ آسانی سے (اس وبا سے) گزر جاتے ہیں۔ چند صورتوں میں بڑی عمر کے لوگ تو بچ گئے ہیں مگر جوان اس سے متاثر ہوئے ہیں اور وفات پا گئے ہیں۔ آج کل نوجوان طبقہ زیادہ بڑی تعداد میں اس سے متاثر ہو رہا ہے اس لیے ہر جگہ قانون قدرت کا اثر ہوتا ہے اور ایسا نہیں ہے کہ صرف ایک ہی فرد اس بیماری سے متاثر ہوا ہو۔

جہاں تک تکلیفوں میں پڑنے کا تعلق ہے تو ایک حدیث قدسی ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی بھی اس دنیا میں کسی تکلیف یا بیماری سے گزرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اخروی زندگی میں اس کے گناہ مٹا دیتا ہے۔ اگر آپ ایمان رکھتے ہیں کہ یہ دنیاوی زندگی عارضی ہے جس کے بعد ایک ابدی زندگی ملنے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ اگلے جہان میں اس شخص کیلئے جو یہاں تکلیف میں ہے، بہتری کے سامان پیدا کر دے گا۔

آپ کو اپنے مخاطب کی ذہنیت کے مطابق اس سے بات کرنی ہوگی۔ لیکن اس مضمون سے بات چیت کا آغاز کرنے کی ضرورت کیا ہے؟ ہمیں بلا سوچے سمجھے کسی ایسے شخص سے ایسی بات کے ساتھ گفتگو کا آغاز نہیں کرنا چاہیے جو کسی تکلیف سے گزر رہا ہو اور ہم اسے یہ بتا رہے ہوں کہ یہ تکلیف حقوق اللہ کی ادائیگی نہ کرنے کی وجہ سے ہے۔ ممکن ہے کہ ایسا شخص حقوق اللہ کی ادائیگی کرنے والا ہو، اس لیے آپ کو ہر مخاطب کے حالات کا جائزہ لے کر پھر بات آگے بڑھانی چاہیے۔

بسا اوقات لوگ بہت زیادہ جذباتی ہو جاتے ہیں اور اپنی عقل سے پوری طرح کام نہیں لے پاتے کہ اس معاملے کی وضاحت کس طرح کریں۔ اس لیے اولاً تکلیف میں ہونے کا ذکر کرنے کی بجائے، انہیں خدا پر ایمان کی طرف لائیں۔ یہ پہلا قدم ہے۔ ایسے لوگوں سے خدا کے رحم اور محبت کا ذکر کریں۔ تکالیف کا ذکر بعد میں آنا چاہیے۔ بسا اوقات ہم تکالیف کے بارے میں گفتگو شروع کر دیتے ہیں اور یہ چیز انہیں دور کر دیتی ہے۔ اس لیے لوگوں سے گفتگو بہت احتیاط سے، ان کے مناسب حال ایک خاص ترتیب کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کرنی چاہیے، اور بامقصد انداز میں بات کو آگے بڑھانا چاہیے۔

۞ عامر سفیر: حضور! ہم سنتے ہیں کہ اس وبا کے دوران کئی لوگ خدا کی طرف مائل ہوئے ہیں اور حضورِ انور نے بھی اس کا ذکر اپنے خطبات جمعہ میں فرمایا ہے۔ تاہم ایک بڑی تعداد کا رجحان مذہب کی بجائے spiritualism روحانیت کی طرف زیادہ ہوا۔ وہ روحانیت کی طرف زیادہ مائل ہوئے ہیں بجائے کسی مذہب میں شمولیت اختیار کرنے کے۔ حضور! اس بارے میں راہ نمائی فرمانے کی درخواست ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

پہلے آپ کو یہ دیکھنا ہوگا کہ کس قدر لوگ مذہب سے منسلک ہیں۔ دنیا کے 80 فیصد لوگ مذہب سے دور ہو چکے ہیں اور ان میں سے اکثریت عیسائیت کو چھوڑنے والوں پر مشتمل ہے۔

اگر لوگوں کی توجہ روحانیت کی طرف مائل ہوئی ہے تو یہ اچھی بات ہے تاہم آپ کو دنیا میں روحانی انقلاب برپا کرنے کیلئے سائنس کو اور اسکے اصولوں کو بھی پیشِ نظر رکھنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے روحانی سلسلہ کا قانون وضع فرمایا ہوا ہے اور اس روحانی انقلاب کیلئے سلسلۂ انبیاء موجود ہے۔ ہماری اخلاقیات انبیاء کی لائی ہوئی ہیں۔ انبیاء لوگوں کی روحانی ترقی کیلئے خدا کی طرف سے سچی مذہبی تعلیمات کے ساتھ مبعوث ہوئے۔ اس لیے مذہب کی اہمیت بہت زیادہ ہے اور ہر کسی کو بالآخر مذہب کی طرف لوٹنا ہوگا اور اس کی اہمیت کو سمجھنا ہوگا۔

’’حقیقۃ الوحی‘‘ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے عبدالحکیم خان کا ذکر کیا ہے۔ اس کا بھی یہی خیال تھا کہ روحانیت کے حصول کیلئے کسی مذہب کے سہارے کی ضرورت نہیں، محض توحید پر ایمان روحانیت کے حصول کیلئے کافی ہے۔ مگر اس بات کو کیسے درست تسلیم کیا جا سکتا ہے کیونکہ پھر یہ بات بھی زیر بحث آئے گی کہ آنحضور ﷺ کی بعثت کی کیا ضرورت ہے؟ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ غلطی پر تھا اور مذہب بہر حال ضروری ہے۔ دراصل انبیاء کا وجود ہستئ باری تعالیٰ کے مظہر کے طور پر ہوتا ہے جو نشانات اور معجزات سے خدا کا چہرہ دکھاتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کے وجود کے بغیر کسی کو بھی ہستی باری تعالیٰ پر قطعی ایمان نہیں ہو سکتا۔

۞ عامر سفیر: حضور! دہریہ بالعموم یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ ایک بڑی تعداد میں لوگوں کا خدا کو دیکھنا یا تجربہ کرنا، ہستئ باری تعالیٰ کی دلیل کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا۔ وہ کہتے ہیں کہ بہت سے لوگوں نے UFO (فرضی مخلوق) اور غیر مرئی مخلوقات کو بھی دیکھا ہے۔ مگر ان کے مشاہدے کو یقین کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔ حضور! اس کا جواب کس طرح دیا جائے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم نے بِگ بینگ (Big Bang) اور بلیک ہول (Black Hole) جیسے مظاہر کو بیان فرمایا ہے۔ اسی طرح قرآن کریم نے کئی پیشگوئیاں بیان فرمائی ہیں جن میں سمندروں کا ملنا اور دیگر شامل ہیں۔ پھر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے بھی کئی پیشگوئیاں بیان فرمائی ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ خلیفۃ المسیح الثانی نے بھی چند پیشگوئیاں ’احمدیت یعنی حقیقی اسلام‘ میں احمدیت کی ترقی کے بارے میں بیان فرمائی ہیں۔ ان پیشگوئیوں کی اس وقت لوگوں کو سمجھ نہیں آئی تاہم آج تک یہ پیشگوئیاں پوری ہو رہی ہیں اور دنیا نے ان کو پورا ہوتے دیکھا ہے۔ آج جب ہم ان پیشگوئیوں کو پورا ہوتے دیکھتے

ہیں تو یہ ہماری توجہ ایک ہستی کی طرف مبذول کرواتی ہیں۔ خدا نے انبیاء کو ان حالات کی پہلے سے خبر دی جو بعد میں اس دنیا میں رونما ہونے والے تھے۔ مثال کے طور پر خدا تعالیٰ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو فرمایا کہ فلاں کام ایسے ایسے ہوگا اور پھر بالکل ویسے ہی رونما ہوا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے پیشگوئی فرمائی کہ طاعون اور جنگیں ہوں گی اور پھر ایسا ہی ہوا۔ آپؑ کی بہت سی پیشگوئیاں آج بھی پوری ہو رہی ہیں۔

بسا اوقات نجومی بھی ستاروں کو دیکھ کر لوگوں کے مستقبل کا حال بتاتے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ لوگ مستقبل کی خبریں جاننے کو ممکن سمجھتے ہیں، ان میں اس کے متعلق باتیں رواج پا چکی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ انہوں نے یہ علم کہاں سے حاصل کیا؟ آپ کو نجومیوں کی پیشگوئیوں کا موازنہ انبیاء علیہم السلام کی پیشگوئیوں سے کرتے ہوئے دیکھنا ہوگا کہ کس کی پیشگوئیاں پُرشوکت ہیں اور ان کے سچے ہونے کا تناسب کیا ہے۔ اس کے بھی مزید پہلوؤں کو دیکھنا ہوگا۔

۞ عامر سفیر: حضور! اللہ تعالیٰ سے مکالمہ مخاطبہ اور اس کی ذات کا مشاہدہ صرف انسانوں تک محدود ہے یا جانور بھی خدا سے بات کر سکتے ہیں؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

جانوروں کو ان کی ضروریات اور حرکات کے مطابق فطرت ودیعت کی گئی ہے۔ بسا اوقات جانوروں کو غیر معمولی حسیات عطا ہوتی ہیں، جیسے کتے کی سونگھنے کی حس بہت اعلیٰ ہے۔ وہ اس حس کی مدد سے اپنے شکار کو آسانی سے ہدف بنا سکتے ہیں اور سونگھنے والے کتے اس حوالے سے خاص طور پر منشیات کی کھوج لگانے کیلئے استعمال کیے جاتے ہیں۔

دوسرے جانوروں کی بعض دوسری صفات اور خواص ہیں جو ان کی ضروریات کے مطابق ہیں۔ وہ ان خصوصیات سے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کی ہوئی ہیں نہ تو بڑھ سکتے ہیں اور نہ ان میں کمی کر سکتے ہیں۔ جانوروں کے بہترین استعمال کی خاطر کوئی بھی ان کو اچھی طرح سدھا سکتا ہے۔ تاہم ان کی خصوصیات جو انہیں عطا کی گئی ہیں انہیں بڑھایا یا کم نہیں کیا جاسکتا اور کچھ مشق کے بعد وہ ایک خاص حد سے آگے نہیں جاسکتے۔ تمام جانوروں کو الگ الگ خصلتیں عطا ہوئی ہیں۔ بعض ماحول ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں وحشی جانور ایک گروہ کی صورت اختیار کر کے اپنا دفاع کرتے ہیں۔ یوں اللہ تعالیٰ نے جانوروں کو ایسی خصلتیں عطا فرمائی ہیں کہ وہ اپنا اپنا کردار ادا کر سکیں۔

انسانوں کو عقل بھی عطا کی گئی ہے۔ عمومی طور پر انسان سمیت سب جانوروں کو عقل دی گئی ہے تاہم انسانوں کو عبادت کرنے اور ذہنی صلاحیتوں سے کام لینے کی خاصیت ودیعت کی گئی ہے۔ جانور اپنی حرکات و سکنات میں محدود ہیں جبکہ انسان کو دیگر صفات کے ساتھ ساتھ ایک اضافی مقصد بھی دیا گیا ہے جس کے بارے میں قرآن کریم فرماتا ہے کہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ اور میں نے جن وانس کو پیدا نہیں کیا مگر اپنی عبادت کے واسطے۔ اس لیے جنوں اور انسانوں کا ایک مقصد پیدائش ہے جو دیگر جانوروں کو عطا نہیں کیا گیا۔ انسان کو سب سے اعلیٰ مقصد دیا گیا ہے اس لیے فطرتی طور پر روح کو خدا سے بات کرنے کے زیادہ مواقع مہیا ہیں۔

روحانی ترقی اور جنت یا جہنم کا تصور صرف انسانی روحوں سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ انہیں زندگی کا ایک مقصد دیا گیا ہے جبکہ قانون قدرت کے مطابق جانوروں کا اپنا اپنا مخصوص کام ہے اور انہیں ایسا کردار دیا گیا ہے جس کو وہ اپنی زندگی میں نبھاتے ہیں اور وہ اس مخصوص دائرہ سے باہر کام کرنے سے قاصر ہیں۔

۞ عامر سفیر: حضور! خدا سے تعلق کے حوالے سے میرا ایک سوال ہے کہ کسی نبی یا خلیفہ کو یہ کیسے پتہ چلتا ہے کہ کوئی چیز براہ راست خدا کی طرف سے ہے اور وہ اس کو اپنی سوچ قرار نہیں دیتے؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

پہلی بات تو یہ ہے کہ نبی اور خلیفہ کے مقام میں فرق ہے۔ ہمیں درجات کا علم ہونا چاہیے۔ ایک خلیفہ ایک نبی کی جملہ صفات کا مظہر نہیں ہوسکتا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے بڑی تفصیل سے بتایا ہے کہ انبیاء کا ایک الگ مقام ہوتا ہے اور خلیفہ نبی کی ساری صفات کا حامل نہیں ہوسکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جملہ خلفاء میں مجھ سمیت کسی نہ کسی رنگ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کردار کا کوئی رنگ ظاہر ہوا ہے اور بعض نے بعض تعلیمات اور صفات کو اجاگر کیا ہے۔ تاہم ہم سب خلفاء کبھی بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ساری صفات کے مظہر نہیں بن سکتے۔ حضرت مصلح موعودؓ اپنی خاص صفات کے باعث نبی کے درجہ کے قریب ترین تھے پھر بھی آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ساری صفات کا مظہر نہ تھے اور نہ ہی آپ کے بعد کے خلفاء میں سے کوئی اَور ایسا ہوسکتا تھا۔ اس لیے سب سے پہلے نبی اور خلیفہ کا فرق سمجھنا ضروری ہے۔

جہاں تک خلفاء کا تعلق ہے تو خاص دعا کے ذریعہ اللہ تعالیٰ خلیفہ کے دل میں بھرپور تسلی نازل کرتا ہے کہ ایسا اور ایسا ہونا چاہیے اور یوں خلیفہ کو معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں چیز نفع رساں ہے اور صحیح طریق ہے۔ اگر کوئی خلیفہ کسی چیز کا از خود فیصلہ کرے اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر نہ ہو، جیسا کہ ہم کبھی یہ نہیں کہتے کہ خلیفہ غلطی نہیں کر سکتا، اگر خلیفہ کا فیصلہ جماعت احمدیہ کے متعلق ہو اور اس کے مفاد میں ہو تو اللہ تعالیٰ کسی بھی قسم کے منفی اثرات سے محفوظ رکھتا ہے، اگر خلیفہ سے کوئی غلطی بھی ہوگئی ہو۔ یہ بات میں پہلے بھی تفصیلی طور پر بیان کر چکا ہوں۔

۞ عامر سفیر: حضور! اگر اجازت ہو تو کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ حضورِ انور خدا تعالیٰ سے کیسے رابطہ کرتے، راہ نمائی حاصل کرتے ہیں؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

دعاؤں کے ذریعہ یا خواب کے ذریعہ یا کسی بھی طرح اللہ تعالیٰ میرے دل میں خیال ڈال دیتا ہے کہ کیا کرنا چاہیے۔ یوں مجھے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ بات اللہ کی طرف سے ہے اور بہترین طریقہ کار ہے۔ بسا اوقات دعاؤں میں یا دل میں خیال پیدا ہونے کے ذریعہ یا کبھی کبھار میں خواب میں دیکھتا ہوں تو مجھے پتہ چل جاتا ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ بسا اوقات یہ ایسی کیفیت ہوتی ہے جو میرے دل میں راسخ ہو جاتی ہے یا وہ بار بار دل میں گزرتی ہے یا نمازوں کے دوران بار بار خیال اس طرف جاتا ہے اور یوں مجھے یقین ہو جاتا ہے کہ یہی خدا کی مرضی ہے۔ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے مگر کبھی کبھار خدا تعالیٰ قرآنی آیات کے ذریعہ میری راہ نمائی کر دیتا ہے اور میں اس آیت کے ترجمہ اور تعبیر سے سمجھ لیتا ہوں کہ یہ بات خدا کی طرف سے ہے۔

۞ عامر سفیر: حضور! کیا آپ کشف دیکھتے ہیں؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: بسا اوقات جب میں کسی کیلئے دعا کر رہا ہوتا ہوں تو ان کا چہرہ دوران دعا میرے سامنے آجاتا ہے۔ میں حتمی طور پر یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ کشف ہی ہے یا میں نے کوئی کشف دیکھا ہے لیکن دعا کے دوران ایک خاص کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

۞ عامر سفیر: حضور! میرے لیے یہ بات نہایت دلچسپی کا باعث تھی جب آپ نے ایک خطبہ میں فرمایا کہ جب لوگ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو ملنے آتے تھے تو آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کشف میں ان کے حالت کے بارے میں آگاہی دے دی جاتی تھی۔ حضور! جب لوگ آپ سے ملنے آتے ہیں تو کیا اللہ تعالیٰ آپ کو بھی ان کی حالت کے بارے میں آگاہ فرما دیتا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

ایسا ممکن ہے، لیکن بسا اوقات میں کسی آدمی کا چہرہ دیکھ کر بھی بعض باتیں بتا سکتا ہوں۔ بسا اوقات میں کسی کو اُن کے بارے میں کچھ بتاتا ہوں یا یہ کہ کیا ہونے والا ہے اور ان کا خیال ہوتا ہے کہ مجھے اللہ کی طرف سے خبر ملی ہے جبکہ مجھے اس کا احساس صرف ان کے چہرے کو دیکھ کر ہو جاتا ہے یا ان کی ظاہری حالت کو دیکھ کر عمومی طور پر ایک رائے ہوتی ہے۔ بعض ماہرینِ نفسیات بھی اپنے مشاہدہ کی رو سے ایسا اندازہ کر لیتے ہیں اور بسا اوقات اللہ تعالیٰ بھی کسی آدمی کے بارے میں میرے دل میں خیال ڈال دیتا ہے یا ان کی کسی برائی یا کوتاہی کے بارے میں اور پھر ایسی چیز میرے دل میں سخت ناپسندیدگی کے جذبات پیدا کر دیتی ہے۔

۞ عامر سفیر: حضور! ان دنوں ہم آپ کی راہ نمائی پر بعض احمدی مسلمانوں کے ایسے تجربات اکٹھے کر رہے ہیں جن کی دعائیں اللہ تعالیٰ نے قبول کی ہوں۔ میرا سوال دیگر مذاہب کے لوگوں سے متعلق ہے جو ایسے ہی دعوے رکھتے ہیں کہ خدا ان کی دعائیں قبول کرتا ہے۔ ہم بعض ٹی وی چینلز یا دیگر شوز میں دیکھتے ہیں کہ کسی عیسائی پادری یا غیر احمدی امام نے لوگوں کیلئے دعا کی اور ان کا دعویٰ ہوتا ہے کہ فوری طور پر ان کی دعا سنی گئی۔ کیا ایسے ذاتی تجربات کو درست تسلیم کرنا چاہیے؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

ہمیں اپنے احباب کے ذاتی تجربات کو شائع کرتے رہنا چاہیے اس خیال سے قطع نظر کہ دوسرے کیا کہیں گے۔ ان کے بیانات درست ہیں یا غلط، ہمیں فیصلہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ہمارا مسئلہ نہیں ہے۔ ہمیں صرف اپنے تجربات کے بیان پر توجہ دینی چاہیے۔ بسا اوقات لوگ غلط بیان بھی دے دیتے ہیں۔ بعض غیر احمدی ایسے دعوے بھی کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت آدم سے لے کر جملہ انبیاء کو خواب میں دیکھا ہے۔ آیا انہوں نے واقعی دیکھا ہے یا نہیں، یہ ان کا مسئلہ ہے۔ ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ ہمارا کام ہے کہ ہم اپنے تجربات کو بیان کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول ہے کہ اگر کسی میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا تو وہ کوڑھی اور بیمار کو درست کر دے گا۔ یہی معاملہ ''جنگ مقدس'' کے مباحثے کے دوران پیش آیا تھا۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عیسائی پادریوں سے فرمایا کہ انہیں حضرت مسیح علیہ السلام کی اس بات کو بیماروں کو صحت یاب کر کے جو اس وقت پیش کیے گئے تھے، درست ثابت کرنا چاہیے۔ اور انہیں چاہیے کہ اپنے دستِ مسیحائی ان پر رکھ کر انہیں صحت یاب کر دیں اور خود کو نجات یافتہ اور ایماندار ثابت کریں۔ البتہ وہ پادری ایسا کرنے میں ناکام رہے اور انہوں نے راہِ فرار اختیار کی۔

مسئلہ یہ ہے کہ آپ لوگوں کا خیال ہے کہ آپ نے لازماً لوگوں کو احمدی کر کے چھوڑنا ہے جبکہ یہ غلط (طریق) ہے۔ ہم کسی کو اس کا مذہب بدلنے پر مجبور نہیں کر سکتے۔ ہم صرف ذاتی تجربات بیان کر رہے ہیں۔ ہمارا یہ کام نہیں کہ لوگوں کا مذہب بدلتے پھریں۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ہدایت فرمائی کہ آپ لوگوں تک محض پیغام پہنچائیں مگر ان کے دلوں کا حال بدلنے کی ذمہ داری آپؐ پر نہ تھی بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ دلوں کو بدلنا اس کا کام ہے۔

جب دوسرے اس طرح کے دعاوی پیش کرتے ہیں تو ہم ان کے بارے میں کوئی حتمی نتیجہ نہیں نکال سکتے۔ مثال کے طور پر ایک جوتشی یا دہریہ ڈاکٹر بیماریوں کا علاج کرے تو آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ کیونکہ وہ دہریہ ہے اس لیے اس کا علاج ٹھیک کام نہیں کرے گا۔ ایک آدمی جو کسی معالج پر یقین رکھتا ہو اگر وہ (معالج) زنا کار ہو یا بداخلاق ہو پھر بھی جو علاج وہ کر رہا ہے وہ اپنا اثر دکھائے گا۔

بہرحال بسا اوقات ایسے لوگ اپنے مریضوں پر دورانِ علاج کچھ نفسیاتی اثر بھی ڈال دیتے ہیں۔ لوگ اس نفسیاتی اثر کے تابع جذبات سے مغلوب ہو کر ایسی ذہنی کیفیت سے گزرتے ہیں کہ انہیں لگتا ہے کہ وہ ٹھیک ہو گئے ہیں جبکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا۔ ایسے زیر علاج آدمی عارضی جذبات اور احساسات سے متاثر ہو کر سمجھتے ہیں کہ وہ ٹھیک ہو گئے ہیں اور بہتر محسوس کر رہے ہیں مگر یہ حالت زیادہ دیر تک نہیں رہتی۔ اصل بات یہ ہے کہ کیا ایسا شخص حقیقی طور پر دلی اور اندرونی تسکین اور سکون پاتا ہے یا نہیں۔ افریقہ میں ایسے لوگ ہیں جو صلیب پہنتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں سکون ملتا ہے مگر کیا ہم یہ دعویٰ درست مان

ارشاد باری تعالیٰ

ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ (سورۃ الحج:33)

ترجمہ: یہ (اہم بات ہے) اور جو کوئی شعائر اللہ کو عظمت دے گا تو یقیناً یہ بات دلوں کے تقویٰ کی علامت ہے۔

طالب دعا: مقصود احمد ڈار (جماعت احمدیہ شورت، صوبہ جموں کشمیر)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

ایسی مجلسوں سے ہمیشہ بچنا چاہئے جو دین سے دُور لے جانے والی ہوں، جو صرف کھیل کود میں مبتلا کرنے والی ہوں

(خطبہ جمعہ فرمودہ 16 جولائی 2004ء)

طالب دعا: مصدق احمد، نائب امیر جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک

سکتے ہیں؟ ہم ہرگز نہیں مان سکتے کیونکہ یہ شرک کا ایک حصہ ہے یعنی اللہ کے سوا شریک بنانا۔ حقیقت یہ ہے کہ دوسرے لوگ ایسے دعوے کرتے ہیں لیکن اللہ سب سے بہتر جانتا ہے اور یہ ان کا ذاتی معاملہ ہے۔ بہر حال ہم اپنے ذاتی تجربات بیان کرتے رہیں گے۔

۞ عامر سفیر: حضور! ایک سوال یہ پیدا ہوسکتا ہے کہ ہستی باری تعالیٰ کے ثبوت کے طور پر اگر کسی کا کوئی ذاتی تجربہ یا واقعہ ہو تو غیر مسلم اس تجربے کی صحت پر سوال اٹھا سکتے ہیں کیونکہ عین ممکن ہے کہ اس واقعے کا اس کے علاوہ کوئی اور گواہ ہی نہ ہو۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

اگر کوئی شخص جو جماعت میں داخل ہوتا ہے اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر خدا تعالیٰ کو پالے اور خدا اسے شرفِ کلام بخشے تو ایسے لوگ انفرادی طور پر اپنے کردار میں ایک انقلاب محسوس کرتے ہیں۔ ان میں پیدا ہونے والی اخلاقی بہتری اور مثبت تبدیلی کا پھر ان کا خاندان بھی گواہ ہوتا ہے۔ ایک شخص کسی خواب کے ذریعہ یا کسی اَور ذریعہ سے اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر ایک تبدیلی سے گزرتا ہے۔ ایسی ہی ایک مثال ایک ایسے شخص کی ہے جس میں اخلاقی انقلاب پیدا ہوا۔ اسکے باپ نے اس سے کہا کہ تمہارے اندر پیدا ہونے والی تبدیلیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا مذہب سچا ہے لیکن پھر بھی میں تمہارا مذہب اختیار نہیں کروں گا۔ دراصل ایک قوت ہے جو ان میں تبدیلی پیدا کر دیتی ہے۔ یہ صرف ظاہری طور پر نظر آنے والی باتیں نہیں ہیں بلکہ یہ تبدیلی انسان کے اندر رونما ہوتی ہے۔

۞ عامر سفیر: حضور! کیا آپ تعلق باللہ کا اپنا کوئی واقعہ یا قبولیت دعا کا تجربہ بتا سکتے ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

بچپن سے جب میں بارہ سال یا پندرہ سال کا تھا، میں دعا کرتا تھا اور بسا اوقات میری دعا پندرہ منٹ میں قبول ہوجاتی تھی۔ اسکول میں مَیں اپنی تعلیم کیلئے دعا کرتا تھا اور اللہ میری دعائیں سنتا تھا اور میں پاس ہوجایا کرتا تھا۔ میں اپنے ذاتی تجربات بیان کرتے ہوئے اپنی فطرت کی وجہ سے حجاب محسوس کرتا ہوں۔ میں عمومی طور پر اپنے خطبات میں ان کی طرف اشارۃً ذکر کر دیتا ہوں مگر واضح اور صاف طور پر نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو انسان کی نیک خواہشات پوری کرتا ہے اور اسے سچے خواب دکھاتا ہے اور یہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل کی بدولت ہی ممکن ہے محض کسی انسان کے تقویٰ کی وجہ سے ایسا نہیں ہوسکتا۔

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی اللہ زمین و آسمان کا نور ہے۔ میں نے یہ الفاظ اپنی خواب میں دیکھے جو سارے آسمان پر حدِ نظر تک لکھے ہوئے تھے۔ اس نے میرے علم میں اضافہ کیا اور مجھے اللہ کی صفات کے ادراک میں پہلے سے بڑھا دیا۔ اللہ تعالیٰ سب چیزوں کا علم رکھتا ہے۔

میں نے پہلے ذکر کیا ہے کہ بسا اوقات میں کسی معاملے کیلئے دعا کرتا ہوں تو مجھے اللہ کی طرف سے اس کا حل مل جاتا ہے، اللہ تعالیٰ مجھے بتا دیتا ہے۔

یَنْصُرُکَ رِجَالٌ نُّوْحِیْٓ اِلَیْھِمْ مِّنَ السَّمَآءِ

تیری مدد ایسے لوگ کریں گے جن پر ہم آسمان سے وحی نازل کریں گے۔

یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہام ہے۔ میں نے یہ الفاظ اپنے خواب میں لکھے ہوئے دیکھے تھے اور جب میں بیدار ہو رہا تھا تو یہ الفاظ میری زبان پر جاری تھے۔ یہ سونے اور بیدار ہونے کی درمیانی کیفیت تھی۔ میں نے اسکا یہی مطلب سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نہایت غیر معمولی طریقوں سے میری مدد کرے گا۔ خلافت سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ نے مجھے ہر قسم کے حالات میں اپنی نصرت سے نوازا لیکن خلافت کے بعد سے تو اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت بے حد و حساب شامل حال ہے۔

میں اس وقت کافی پریشان تھا مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس الہام کے الفاظ کا مفہوم سمجھا دیا اور ہمیشہ میرے لیے اسے پورا بھی فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت ہمیشہ میرے شامل حال رہی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ خود اپنی جناب سے ایسے لوگوں کو میری نصرت کیلئے بھیجے گا جن کے دل میں وہ خود میری نصرت کی لو جلائے گا۔ اس طریق پر اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت میرے شامل حال رہتی ہے۔

۞ عامر سفیر: حضور! مجھے سورۃ الفاتحہ کے دم کے بارے میں مزید جاننے کا شوق ہے۔ میں نے کچھ لوگوں سے سن رکھا ہے کہ جب وہ آپ سے ملے، آپ نے اپنا ہاتھ ان پر رکھا اور دعا کی اور بعد میں انہوں نے بتایا کہ ان کی تکلیف دور ہوگئی ہے۔ کسی پر پھونک مارنے یا ظاہری طور پر اپنا ہاتھ کسی کے اوپر رکھنے اور دعا کرنے کی کیا حقیقت ہے؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حدیث میں ہے کہ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پتہ چلا کہ آپؐ کے ایک صحابی نے ایک بیمار کا علاج کیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے استفسار فرمایا کہ انہوں نے ایسا کیسے کیا۔ اس صحابی نے بتایا کہ انہوں نے سورۃ الفاتحہ کی تلاوت سے ایسا کیا۔ اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ انہیں کس طرح پتہ چلا کہ وہ سورۃ الفاتحہ سے ایسا کر سکتے ہیں۔ جس پر اس صحابی نے عرض کیا کہ چونکہ اس میں شفا ہے اور اسی لیے انہوں نے اسے یعنی سورۃ الفاتحہ کو پڑھ کر اس سے علاج کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس بات کو سن کر خوش ہوئے اور فرمایا کہ اس موقعے پر سورۃ الفاتحہ پڑھنا بالکل درست تھا۔

پہلی بات یہ ہے کہ آپ کو پورا یقین ہونا چاہیے کہ جس سے آپ دعا مانگ رہے ہیں یا جس کا خیال آپ کو ہے وہ دعا کا جواب دے سکتا ہے اور اس میں شفا دینے کی طاقت ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہستیٔ باری تعالیٰ پر کامل ایمان اور ایقان کا ہونا بنیادی چیز ہے۔ دوسرا یہ کہ انسان میں شرک کی کوئی ملونی نہیں ہونی چاہیے۔ انسان کو خالصتاً یہ ذہن میں رکھنا چاہیے کہ ایسا محض خدا تعالیٰ کے فضل اور احسان کی بدولت ہی ممکن ہے۔

بسا اوقات جب میں ایسا کرتا ہوں تو میرے دل میں خیال آتا ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ 'بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے'۔ مزید برآں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی انگوٹھی اس الہام کو مدنظر رکھ کر بنائی گئی ہے کہ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ۔ یعنی کیا اللہ اپنے بندے کیلئے کافی نہیں ہے۔ اس لیے میرا یقین ہے کہ ضرور اس میں برکت رکھی گئی ہے۔ اس لیے بسا اوقات میں دعا کیلئے کہنے والوں پر دعا کرتے ہوئے یہ انگوٹھی بھی مس کرتا ہوں۔ بہر حال میں ایسا اس وقت کرتا ہوں جب اللہ میرے دل میں یہ خیال ڈالے یا اگر کوئی بار بار مجھ سے ایسا کرنے کا کہے۔ میں کئی دفعہ ایسا اس لیے کرتا ہوں کہ میرے دل میں اللہ کی طرف سے شدت سے ایسا کرنے کا خیال آتا ہے کہ ایسا کرنے میں مضائقہ نہیں۔ میں ایسا ہر ایک کیلئے نہیں کرتا بلکہ ان کیلئے کرتا ہوں جس کے بارے میں اللہ میرے دل میں خیال ڈالتا ہے۔

جس طرح ہمارے پاس ظاہری بیماریوں کا علاج ہے اسی طرح یہ روحانی بیماریوں کا علاج ہے۔ مگر ضروری نہیں کہ ہر دفعہ یہ سو فیصد ہی کارگر ثابت ہو کیونکہ یہ علاج اللہ تعالیٰ کی مرضی اور رضا سے حاصل ہوتا ہے، جب اللہ چاہتا ہے۔ عمومی دعائیں اور التجائیں تو ہوتی ہی ہیں مگر یہاں خاص بات تبرک کی ہے۔ یہ الہام اللہ تعالیٰ کے قرآنی الفاظ پر مشتمل ہے اور پھر یہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو بھی ہوا۔ حقیقت یہی ہے کہ جب اللہ کافی ہے تو پھر وہ اپنے فضل ظاہر کرنے پر بھی قادر ہے۔

میں نے کئی دفعہ لوگوں کو معجزاتی طور پر بیماریوں سے شفایاب ہوتے دیکھا ہے۔ بسا اوقات مجھے ان کی شفا کی اس قدر امید بھی نہیں ہوتی مگر جب لوگ دوبارہ ملتے ہیں تو بتاتے ہیں کہ انہیں شفا مل گئی تھی اور یہ ہوتا بھی اسی لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا چاہتا تھا۔ بہر حال میں پیروں یا فقیروں کی طرح نہیں ہوں (جو نام نہاد مذہبی پیر، روحانی عامل اور راہنما ہوتے ہیں)۔ جو اس طرح کے کام پیشہ کے طور پر کرتے ہیں اور اپنے پاس آنے والے ہر آدمی کے ساتھ ایسے عمل کو دہراتے ہیں۔

۞ عامر سفیر: حضور! خدا سے دعا مانگنی ہو تو جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اگر تمہیں رونا نہیں بھی آ رہا تو ایسی شکل بناؤ گویا کہ تم رو رہے ہو۔ اسکے متعلق میں مزید جاننا چاہتا ہوں۔ کیا حضور اس بارے میں مزید تفصیل بیان فرما سکتے ہیں کہ اس کا اصل مطلب کیا ہے اور اسکو کیسے حاصل کیا جا سکتا ہے؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: یہ اس لیے ہے کہ ہماری ظاہری حالت ہماری باطنی اور روحانی حالت پر اثر انداز ہوتی ہے۔ جب ہم اس طرح کی شکل بناتے ہیں یا عاجزی کا اظہار ہوتا ہے تو ہم اس لیے کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری عاجزی کو دیکھے اور پھر یہ بات ایک اثر رکھتی ہے۔ مثال کے طور پر بعض اوقات کوئی شخص ظاہری طور پر غصہ کا اظہار کرتا ہے اور پھر واقعی غصہ میں آجاتا ہے۔ میرے بچپن کے ابتدائی ایام میں ایسا ہوا کہ مذاق مذاق میں مَیں نے ایسا اظہار کیا کہ جیسے میں غصہ میں ہوں۔ میرے دوست کو خیال ہوا کہ شاید میں واقعی غصہ میں ہوں اور اس نے ایسا جواب دیا یا حرکت کی کہ مجھے واقعی غصہ آگیا۔ یوں اپنے بچپن میں مَیں نے ایسے تجربات سے اور ایسے واقعات سے ان باتوں کا خود تجربہ کیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہاری ظاہری حالتوں کا تمہاری روح پر ایک اثر ہوتا ہے۔ اگر تم ظاہری طور پر رونا چاہو گے اور ایسی شکل بناؤ گے تو ممکن ہے کہ تمہارے آنسو بہ پڑیں اور جب تم آنسو بہاؤ تو تمہارے اندر ایک تکلیف کی کیفیت پیدا ہوگی اور تم اصل میں رونے لگو گے تو پھر یہ کیفیت تمہاری توجہ دعا کی طرف مبذول کروائے گی۔

ایک لطیفہ بھی ہے کہ ہمارے ایک مبلغ مرزا لطف الرحمٰن صاحب حج کیلئے گئے۔ وہ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے اور رونے کی پوری کوشش کر رہے تھے مگر ایسا کر نہیں پا رہے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ جب وہ سجدے سے اٹھ رہے تھے تو لوگوں کا ایک ہجوم آیا اور کسی نے زور سے ان کی کمر پر لات ماری اور ان کی زوردار چیخ نکل گئی۔ انہوں نے کہا کہ وہ بے اختیار درد کی وجہ سے رونے لگے اور پھر سجدہ میں گر گئے اور یوں اس حالت میں خدا سے دعا مانگنے لگے۔ تو ان کا کہنا تھا کہ بسا اوقات کمر میں ایک لات کا پڑنا بھی انسان میں دعا کی کیفیت پیدا کر سکتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ انسان کی ظاہری کیفیت کا اس کی روح پر اثر ہوتا ہے اور روح کا اثر اسکے ظاہر پر ہوتا ہے۔ اگر آپ اپنے خیالات کو آلودہ اور پراگندہ رکھیں گے تو یہ آپ کی ظاہری حالت اور کیفیت کو متاثر کریں گے اور اگر ظاہری طور پر آپ دعا کی طرف توجہ کریں گے تاکہ تقویٰ حاصل ہو تو آہستہ آہستہ آپ کی روح میں بھی پاکیزگی آجائے گی۔

۞ عامر سفیر: حضور! آپ نے جو تفصیل بیان فرمائی ہے، اس پر میرے ذہن میں سوال پیدا ہوا ہے کہ فجر کے وقت یا اس سے کچھ پہلے اٹھتے ہوئے عام طور پر ہم ڈھیلے ڈھالے لباس میں ہوتے ہیں یا سونے والے کپڑے پہنے ہوئے ہوتے ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ نماز ادا کرتے وقت مناسب کپڑے پہنے ہوئے ہوں تو بہتر ہوتا ہے؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

ظاہری طور پر اسی وجہ سے ہم وضو کرتے ہیں تاکہ اپنے آپ کو پاک کریں، پوری طرح ہوش میں آجائیں اور پاک صاف ہو کر نماز کی تیاری کریں۔ بہر حال اگر کسی کیلئے مناسب لباس اختیار کرنا ممکن نہ ہو تو اس کیلئے وضو کر کے نماز کی تیاری کرنا ہی کافی ہے۔ عمومی طور پر کسی کو بھی نائٹ

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَھُوَ وَجْهٌ مِنْ وُجُوْهِ الرِّبَا

ترجمہ: ہر وہ قرض جس پر نفع حاصل کیا جائے وہ سود کی قسم سے ہے

(سنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب البیوع، باب کل قرض جر منفعۃ فھو ربا)

طالبِ دُعا: مجلس انصار اللہ کلکتہ (صوبہ بنگال)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

جس کے ہاں بچہ کی ولادت ہو اور وہ بچہ کی طرف سے عقیقہ کرنا چاہے

تو بچہ کی طرف سے دو بکریاں اور بچی کی طرف سے ایک بکری عقیقہ کے طور پر ذبح کرے

(سنن ابوداؤد، کتاب الضحایا، باب فی العقیقۃ)

طالبِ دُعا: اراکین جماعت احمدیہ ممبئی (صوبہ مہاراشٹرا)

سوٹ پہن کر نماز نہیں پڑھنی چاہیے بلکہ صاف ستھرا ہو کر اور مناسب لباس پہن کر تہجد ادا کرنی چاہیے کیونکہ ظاہری پاکیزگی کا اندرونی پاکیزگی پر اثر پڑتا ہے۔ جب کوئی کسی دنیاوی اثر و رسوخ والے شخص کے پاس ملاقات کی غرض سے جاتا ہے تو وہ صاف ستھرا اور بہترین لباس پہن کر جاتا ہے۔ اسی طرح خدا کے دربار میں حاضر ہوتے ہوئے بھی آپ کو مناسب لباس اور پاکیزگی کا خیال رکھنا چاہیے۔

۞ عامر سفیر: حضور! کہا جاتا ہے کہ سجدے میں ذاتی نوعیت کی دعائیں کرنے کی اجازت ہے اور یہ ایسی حالت ہے جب انسان خدا کے سب سے زیادہ قریب ہے۔ دعا کی ترتیب کے حوالے سے کئی آراء ہیں یعنی جس ترتیب سے ہمیں سجدہ میں دعا کرنی چاہیے۔ جیسے کوئی اپنے لیے سب سے پہلے دعا کرے یا کسی اَور چیز کیلئے دعا کرے پھر اپنے لیے؟ حضور! ذاتی دعاؤں کی کیا ترتیب ہونی چاہیے، بالخصوص حالت سجدہ میں؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: یہ ہر شخص کی اپنی کیفیت ہے اور جن حالات سے وہ گزر رہا ہے یا جس معاملہ میں وہ مستغرق ہے۔ فطرتی طور پر آپ ایسے مسئلہ پر روئیں گے یا زیادہ جذباتی ہو جائیں گے جو آپ کیلئے اہمیت کا حامل ہے، اسی طرح آپ ایسے معاملہ کے لیے دعا کریں گے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ آپؑ اپنے اور اللہ تعالیٰ کے تعلق کی مضبوطی کے لیے دعا کرتے تھے اور پھر جماعتی ترقی اور پھر اپنے خاندان کیلئے اور دوست احباب کیلئے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ایک ترتیب تو بیان فرما دی ہے۔ ہر شخص کی الگ کیفیت ہوتی ہے بعض ایسے معاملات ہوتے ہیں جو کسی شخص کو زیادہ جذباتی کر دیتے ہیں۔ ایک شخص ممکن ہے کہ کسی سخت مسئلے سے دوچار ہو تو وہ ایسے معاملات کیلئے دعا سے آغاز کر سکتا ہے تاکہ اسے نماز کی درست کیفیت میسر آجائے۔ اسکا کوئی معین اصول نہیں ہے لیکن ہر کسی کو ایسے معاملات کیلئے دعا کرنی چاہیے جن سے دعا کی اصل کیفیت پیدا ہو جائے اور جو آپ کیلئے زیادہ جذباتی ہوں۔

آپ کو سب سے پہلے استغفار کرنا چاہیے پھر جب آپ اللہ تعالیٰ کے فضلوں پر نظر کریں جو اس نے آپ پر فرمائے ہیں اور جب آپ اپنی حالت کو دیکھیں اور کمزوریوں کو تو یہی چیز آپ کو جذبات سے بھر دے گی اور جذباتی کیفیت پیدا کر دے گی۔

۞ عامر سفیر: حضور! آج کل ہم میں سے اکثر لوگ نمازیں گھروں میں اپنے گھر والوں کے ساتھ ادا کر رہے ہیں۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ میں نماز پڑھ رہا ہوں اور میرے دونوں بچے میرے پاس آکر کھیلنے لگتے ہیں اور شور مچانے لگتے ہیں۔ حضور! کیا ایسا آپ کے اور آپ کے پوتوں یا نواسے، نواسیوں کے ساتھ بھی ہوتا ہے اور اگر ایسا ہوتا ہے تو ایسی صورتحال میں بچوں سے کس طرح پیش آیا جائے؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: جب میں گھر میں نماز پڑھ رہا ہوتا ہوں تو بہت شاذ ہی وہ میرے پاس آتے ہیں۔ شاذ و نادر ہی کبھی میرا کوئی پوتا آتا ہوگا۔ میرے نماز پڑھنے کے وقت وہ بالعموم نہیں آتے۔ اگر وہ آجائیں تو پھر ہاں، وہ شرارتیں کرتے ہیں میرے ارد گرد کھیلتے ہیں تو میں ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں اپنے ساتھ کھڑا کر لیتا ہوں تاکہ وہ میرے ساتھ نماز ادا کریں یا اشارے سے انہیں ایسا کرنے کا کہتا ہوں۔ پھر وہ میرے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں لیکن جب میری نماز لمبی ہو جائے تو وہ جلد ہی تھک جاتے ہیں اور بالآخر نماز چھوڑ جاتے ہیں اور کبھی کبھار وہ خود میرے ساتھ نماز پڑھنے لگتے ہیں اور پھر چلے جاتے ہیں۔ یہ میرے چھوٹے پوتوں کا حال ہے۔ میرے بڑی عمر کے پوتے یا نواسے، نواسیاں کسی قسم کی پریشانی کا باعث نہیں بنتے کیونکہ وہ خود نماز پڑھنے کے عادی ہیں۔

آنحضور ﷺ کے دور میں آپؐ کے نواسے آتے اور آپ ﷺ کی کمر پر بیٹھ جاتے۔ حضرت امام حسینؓ ایک دفعہ تشریف لائے اور آپ ﷺ کی کمر پر بیٹھ گئے تو آپ ﷺ نے سجدہ لمبا کر دیا۔ تو جب نماز ختم ہوئی تو صحابہ نے اس قدر طویل سجدہ کی وجہ پوچھنا چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا میرا نواسہ میری کمر پر بیٹھ گیا تھا تو میں نے خیال کیا کہ جب وہ اترے تو پھر میں سجدہ سے اٹھوں چنانچہ آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا۔ یوں آپ ﷺ نے اپنے نواسے کی وجہ سے اپنی نماز لمبی کر دی جو آپ ﷺ کی کمر پر بیٹھ گیا تھا۔ یہ بات ہمیں سکھاتی ہے کہ بچوں کو ڈانٹنا نہیں چاہیے بلکہ پیار سے انہیں سمجھانا چاہیے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہو جائیں تو انہیں بتائیں کہ انہیں آپ کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیے جب بھی وہ ایسے وقت میں آئیں۔

۞ عامر سفیر: حضور! آپ کی خدمت میں پوری دنیا سے دعائیہ خطوط موصول ہوتے ہیں۔ مجھے ہمیشہ تعجب ہوتا ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ہر ایک کیلئے (انفرادی طور پر) خدا سے دعا کی جائے کیونکہ ایسے خطوط کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: جب بھی مجھے کوئی دعائیہ خط موصول ہوتا ہے تو میں اسی وقت اس کیلئے دعا کرتا ہوں جب میں وہ خط پڑھ رہا ہوتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضلوں اور رحمتوں سے نوازے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے بھی فرمایا ہے کہ جب بھی آپ کو ایسے دعائیہ خطوط ملتے تھے تو آپ ایک ایک کر کے خط پڑھتے جاتے اور ساتھ ساتھ دعا کرتے جاتے تھے۔

پھر جب میں سجدہ کرتا ہوں تو میں لوگوں کیلئے دعا کرتا ہوں اور کئی ایسی باتوں کے بارے میں سوچتا ہوں جن کیلئے بہت بڑی تعداد میں لوگوں نے اپنے خطوط میں مجھے دعا کیلئے کہا ہوتا ہے۔ کچھ لوگ بیمار ہوتے ہیں، کچھ کے مالی مسائل ہوتے ہیں، پھر میاں بیوی کے مسائل ہوتے ہیں اور دیگر مسائل جن کا لوگوں کو سامنا ہے اور میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان سب مسائل کو حل کرے اور ان لوگوں کی مشکلات دور کرے۔ میں ان لوگوں کیلئے بھی دعا کرتا ہوں جو مجھے خط نہیں لکھتے اور پوری جماعت کیلئے بھی دعا کرتا ہوں۔ اپنے سجدوں، نوافل اور تہجد میں مَیں سب لوگوں کیلئے دعا کرتا ہوں۔ رات کو سونے سے پہلے جب میں قل یا آیت الکرسی پڑھتا ہوں اور پھونکتا ہوں تو میں اللہ سے دنیا بھر کے احمدیوں کیلئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ ان پر فضل فرمائے اور ان پر رحم کرے۔ بالکل ویسے ہی جس طرح والدین سونے سے پہلے اپنے بچوں پر دعائیں پڑھ کر پھونکتے ہیں۔ جب میں سونے سے پہلے یہ دعائیں پڑھتا ہوں تو ساری جماعت پر پھونکتا ہوں جو میرے بچوں کی طرح ہیں۔

۞ عامر سفیر: حضور! ہم کہتے ہیں کہ صرف خدا کی عبادت کرنی چاہیے اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہرانا چاہیے۔ کچھ عورتیں سوال کرتی ہیں کہ حدیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر آپ ﷺ کسی اَور کو سجدہ کرنے کا حکم دے سکتے تو آپؐ بیوی کو کہتے کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ حضور، اس پر روشنی ڈالیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

پہلی بات یہ ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور بعض کا خیال ہے کہ یہ صحیح ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اگر ہم اس حدیث کو درست خیال کریں تو اس حدیث کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ ایک اچھا شوہر ایسی چیز ہے جس پر بیوی ہمیشہ شکر گزار ہوتی ہے۔ یہاں سجدہ کرنے سے مراد شکر کرنا ہے نہ کہ عملاً سجدہ کرنا۔ اس کا مطلب ہے کامل اطاعت کرنا۔ جب فرشتوں کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں تو تفسیر ہمیں بتاتی ہے کہ اس سے مراد حقیقی سجدہ نہ تھا بلکہ اس کا مطلب کامل اطاعت اور فرمانبرداری تھا۔ پس ہر بیوی کو اپنے شوہر کی کامل اطاعت کرنی چاہیے۔ ہمارے والدین جنہوں نے ہمیں پالا اور ہماری نگہداشت کی، اُن کو بھی قرآن کریم میں رب کہا گیا ہے۔ حدیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ پس سجدہ سے یہاں مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شوہر اچھا ہے تو تمہیں اس کی کامل اطاعت کرنی چاہیے۔ کامل اطاعت سے یہ نتیجہ نہیں اخذ کرنا چاہیے کہ خاوند چاہے زیادتی کرنے والا اور لڑنے والا ہو عورت کو اس کی بھی کامل اطاعت کرنی ہوگی کیونکہ اسلام میں عورتوں کے بہت حقوق رکھے گئے ہیں۔

پھر ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ آنحضور ﷺ بسا اوقات لوگوں کی راہنمائی ان کے مخصوص حالات کے مطابق فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک آدمی آپ ﷺ کے پاس آیا اور پوچھا کہ سب سے بڑا جہاد کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جہاد بالسیف۔ یہ اس وجہ سے تھا کہ سوال کرنے والا بزدل تھا اور جنگ میں شامل ہونے سے خائف تھا تو اس کیلئے یہ سب سے بڑی خوبی کی بات تھی۔ جب ایک اَور شخص نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ سب سے اچھا عمل کون سا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا سب سے بڑی نیکی اس کیلئے مالی قربانی ہے کیونکہ وہ شخص صدقہ و خیرات میں سست تھا۔ ایک تیسرے شخص سے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ماں باپ کی خدمت سب سے بڑی نیکی ہے کیونکہ وہ آدمی اپنے والدین کی خدمت صحیح طریق سے نہیں کر رہا تھا۔ ایک چوتھے آدمی کو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے اہل و عیال سے اچھے طریق سے پیش آئے کیونکہ وہ اپنے اہل و عیال سے اچھا سلوک نہیں کرتا تھا۔

تو ہم بالعموم ان سب حدیثوں کو اکٹھا کر دیتے ہیں اور ہم ان سب کے سیاق و سباق کا خیال نہیں رکھ سکتے جب تک علماء ان کی تفصیل نہ بیان کریں یا احادیث کی شرح نہ پڑھ لیں۔ لوگ احادیث کو عمومی رنگ میں دیکھتے ہیں مگر ان میں اکثر اوقات خاص حالات کے مطابق اور خاص سیاق و سباق میں ایک معین راہنمائی ہوتی ہے۔

۞ عامر سفیر: حضور! پہلے جہاں گھر امن کی جگہ تھے اب خاندانوں کو گھروں کے اندر انٹرنیٹ اور ٹی وی کی بداخلاقیوں کی وجہ سے مشکلات کا سامنا ہے اور یوں برائی کی طرف مائل کرنے والے بہکاوے گھروں میں اور گھروں سے باہر ہر جگہ موجود ہیں۔ معاشرے میں ایسی بہت سی بہکانے والی چیزوں کی موجودگی کے پیش نظر حضور کی کیا نصیحت ہے کہ خدا سے تعلق پیدا کر لینے کے بعد اسے کیسے برقرار رکھا جائے؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

ہمیں کثرت سے استغفار اور لاحول پڑھنا چاہیے۔ اگر استغفار صحیح طور پر کیا جائے تو یہ بہت طاقتور ہو سکتا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ خود کو گناہ سے بچانے کیلئے اور نیکی کی حالت برقرار رکھنے کیلئے کثرت سے استغفار کرنا چاہیے۔ انبیاء اپنی قوم اور اپنے پیروکاروں کیلئے استغفار کیا کرتے تھے نہ کہ اپنے لیے اور وہ استغفار اس لیے بھی کرتے تھے تاکہ ماضی میں جو ان کو گناہوں سے بچنے کی توفیق ملی اس پر شکر ادا کر سکیں۔ یوں ماضی کے گناہوں کو مٹانے کیلئے اور مستقبل میں گناہوں سے بچنے کیلئے شکر گزاری کی خاطر ہر کسی کو استغفار کو اپنانا چاہیے۔

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 21 مئی 2021)

......☆......☆......☆......

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

مومن وہ ہے کہ جس کے دل میں محبتِ الٰہی نے عشق کے رنگ میں جڑ پکڑ لی ہو

اس نے فیصلہ کر لیا ہو کہ وہ ہر ایک تکلیف اور ذلت میں بھی خدا تعالیٰ کا ساتھ نہ چھوڑے گا

(ملفوظات، جلد چہارم، صفحہ 31، ایڈیشن 1988ء)

طالب دُعا: افراد خاندان محترم ڈاکٹر خورشید احمد صاحب مرحوم جماعت احمدیہ اروِل (بہار)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

بہشت دیکھنا اسی کو نصیب ہوتا ہے جو پہلے دوزخ دیکھنے کو تیار ہوتا ہے

دوزخ سے مراد آئندہ دوزخ نہیں بلکہ اس دنیا میں مصائب شدائد کا نظارہ مراد ہے

(ملفوظات، جلد چہارم، صفحہ 31، ایڈیشن 1988ء)

Courtesy:Alladin Builders e-mail: khalid@alladinbuilders.com

EHSAN
DISH SERVICE CENTER
Opp. Four Storey Civil Lines Qadian
All types of Dish & Mobile Recharge
(MTA کا خاص انتظام ہے)
Mobile : 9915957664, 9530536272

سیرت خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

(از حضرت مرزا بشیر احمد ایم.اے رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

اِبتدائی زندگی

ولادت باسعادت

آمنہ کے نور کے ظہور کا وقت نزدیک آرہا تھا اور وضعِ حمل کے دن قریب تھے۔ وہ شعبِ بنی ہاشم میں رہتی تھیں اور اس وقت کے انتظار میں تھیں کہ جب اُن کے مرحوم شوہر کی یاد کو زندہ رکھنے والا بچہ دُنیا کی روشنی میں آوے اور ان کے صدمہ رسیدہ دل کیلئے تسکین وراحت کا موجب ہو۔ چنانچہ واقعہ اصحاب الفیل کے پچپیس روز بعد 12/ربیع الاوّل مطابق 20/اگست 570 عیسوی کو یا ایک جدید اور غالباً صحیح تحقیق کی رُو سے 9/ربیع الاوّل مطابق 20/اپریل 571ء بروز پیر بوقت صبح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی۔ واقعہ فیل کے اس قدر متصِل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا ہونا اپنے اندر یہ خدائی اشارہ رکھتا تھا کہ جس طرح خدا نے کعبہ کے خلاف اس ظاہری حملہ کو خائب وخاسر کیا ہے اسی طرح اب وقت آتا ہے کہ دینِ الٰہی کے مقابل پر باطل پرستی کا سر کچلا جائے اور قرآن شریف میں اصحاب الفیل کے حملہ کا ذکر بھی بظاہر اسی غرض وغایت کے ماتحت نظر آتا ہے۔ بہرحال بچہ کے پیدا ہوتے ہی آمنہ نے عبدالمطلب کو اطلاع بھجوادی جو سُنتے ہی فوراً خوشی کے جوش میں آمنہ کے پاس چلے آئے۔ آمنہ نے اُن کے سامنے لڑکا پیش کیا اور کہا کہ مَیں نے ایک خواب میں اس کا نام محمدؐ دیکھا تھا۔ عبدالمطلب بچے کو اپنے ہاتھوں میں اٹھا کر بیت اللہ میں لے گئے اور وہاں جا کر خدا کا شُکر ادا کیا اور بچے کا نام محمدؐ رکھا جس کے معنے ہیں ''بہت قابلِ تعریف'' اور پھر اسے واپس لاکر خوشی خوشی ماں کے سُپرد کردیا۔

مؤرخین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے متعلق بعض عجیب عجیب واقعات لکھے ہیں۔ مثلاً یہ کہ اس وقت کسریٰ شہنشاہِ ایران کے محل میں سخت زلزلہ آیا اور اسکے چودہ کنگرے گر گئے اور فارس کا مقدس آتشکدہ جو صدیوں سے برابر روشن چلا آتا تھا دفعتہً بُجھ گیا اور بعض دریا اور چشمے خشک ہوگئے اور یہ کہ آپ کے اپنے گھر میں بھی رنگارنگ کے کرشمے ظاہر ہوئے وغیرہ ذالک۔ مگر یہ روایتیں عموماً کمزور ہیں۔ یہ بھی روایت آتی ہے جو غالباً صحیح ہے کہ آپؐ کے ولادت کے زمانہ میں آسمان پر غیر معمولی کثرت کے ساتھ ستارے ٹوٹتے ہوئے نظر آتے تھے۔ اسی طرح ایک روایت یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قدرتی طور پر مختون پیدا ہوئے۔ اگر یہ درست ہو تو کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ بعض اوقات بچوں میں اس قسم کی قدرتی باتیں دیکھی گئی ہیں۔ ایک اور بات بھی آپ میں قدرتی طور پر تھی اور وہ یہ کہ آپ کی پُشت پر بائیں جانب ایک گوشت کا اُٹھا ہوا ٹکڑا تھا جو عام طور پر مسلمانوں میں ختم نبوت یعنی مُہر نبوت کے نام سے مشہور ہے۔

رضاعت اور ایامِ طفولیت

مکّہ کے شرفاء میں یہ دستور تھا کہ مائیں اپنے بچوں کو خود دودھ نہ پلاتی تھیں بلکہ عام طور پر بچے شہر سے باہر بدوی لوگوں میں دائیوں کے سُپرد کردیئے جاتے تھے اس کا یہ فائدہ ہوتا تھا کہ جنگل کی کھلی ہوا میں رہ کر بچے تندرست اور طاقتور ہوتے تھے اور زبان بھی عمدہ اور صاف سیکھتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شروع شروع میں آپ کی والدہ نے اور پھر ثویبہ نے دُودھ پلایا۔ ثویبہ آپؐ کے چچا ابولہب کی لونڈی تھی جسے ابولہب نے اپنے یتیم بھتیجے کی ولادت کی خوشی میں آزاد کر دیا تھا۔ اسی ثویبہ نے حضرت حمزہؓ کو بھی دودھ پلایا تھا۔ گویا اس طرح حمزہ جو آپؐ کے حقیقی چچا تھے دُودھ کے رشتہ سے آپ کے بھائی بن گئے۔ ثویبہ کی یہ چند دن کی خدمت آنحضرت صلعم کبھی نہیں بھولے۔ جب تک وہ زندہ رہی آپؐ ہمیشہ اس کی مدد فرماتے رہے اور اُسکے مرنے کے بعد بھی آپؐ نے دریافت فرمایا کہ کیا اس کا کوئی رشتہ دار باقی ہے۔ مگر معلوم ہوا کہ کوئی نہ تھا۔

ثویبہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعت مستقل طور پر حلیمہ کے سُپرد ہوئی جو قوم ہوازن کے قبیلہ بنی سعد کی ایک خاتون تھی اور دوسری عورتوں کے ساتھ مل کر مکّہ میں دایہ کے طور پر کسی بچے کی تلاش میں آئی تھی۔ ایک یتیم بچے کو اپنے ساتھ لے جاتے ہوئے حلیمہ ابتداءً خوش نہ تھی، کیونکہ اس کی خواہش تھی کہ کوئی زندہ باپ والا بچہ ملے جہاں زیادہ انعام واکرام کی اُمید ہوسکتی تھی۔ چنانچہ شروع میں اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ لے جانے سے تأمل کیا مگر جب کوئی اور بچہ نہ ملا اور اسکے ساتھ کی سب عورتوں کو بچے مل چکے تھے تو وہ خالی ہاتھ جانے سے بہتر سمجھ کر آپؐ کو اپنے ساتھ لے گئی لیکن جلد ہی حلیمہ کو معلوم ہوگیا کہ جو بچہ وہ اپنے ساتھ لائی ہے اس کا ستارہ بہت بلند ہے۔ چنانچہ اُس کی اپنی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پہلے ہم پر بہت تنگی کا وقت تھا، مگر آپ کے آنے کے ساتھ یہ تنگی فراخی میں بدل گئی اور ہماری ہر چیز میں برکت نظر آنے لگی۔ حلیمہ کا وہ لڑکا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دودھ پیتا تھا اس کا نام عبداللہ تھا اس کی ایک بڑی بہن بھی تھی جس کا نام شیما تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت عزیز رکھتی تھی۔

دوسال کے بعد جب رضاعت کی مدّت پوری ہوئی تو دستور کے مطابق حلیمہ آپؐ کو لے کر مکّہ میں آئی مگر اُسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی محبت ہوچکی تھی کہ اُس کا دل چاہتا تھا کہ اگر ممکن ہو تو آپ کی والدہ سے اجازت لے کر آپؐ کو پھر واپس لے جاوے، چنانچہ اُس نے باصرار کہا کہ ابھی اس بچہ کو کچھ عرصہ اور میرے پاس رہنے دو۔ مَیں اس کا ہر طرح خیال رکھوں گی۔ آمنہ نے پہلے تو انکار کیا، مگر پھر اس کے اصرار کو دیکھ کر اور یہ خیال کرکے کہ مکّہ کی آب وہوا سے باہر کی آب وہوا اچھی ہے اور ان ایّام میں مکّہ کی آب وہوا کچھ خراب بھی تھی آمنہ نے مان لیا اور حلیمہ آپؐ کو لے کر پھر خوش خوش اپنے گھر لوٹ گئی اور اس کے بعد قریباً چار سال کی عمر تک آپؐ حلیمہ کے پاس رہے اور قبیلہ بنو سعد کے لڑکے لڑکیوں میں کھیل کود کر بڑے ہوئے۔ اس قبیلہ کی زبان خاص طور پر صاف اور فصیح تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی زبان سیکھی۔

حلیمہ آپؐ کو بہت عزیز رکھتی تھی اور قبیلہ کے تمام لوگ آپؐ کو محبت کی نظر سے دیکھتے تھے لیکن جب آپ کی عمر چار سال کی ہوئی تو ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس کی وجہ سے حلیمہ خوفزدہ ہوگئی اور آپؐ کو واپس مکّہ میں لاکر آپؐ کی والدہ کے سپرد کردیا۔ یہ واقعہ تاریخ میں اس طرح پر مذکور ہے کہ ایک دفعہ آپؐ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ مل کر کھیل رہے تھے اور کوئی بڑا آدمی پاس نہ تھا کہ اچانک دو سفید پوش آدمی نظر آئے اور انہوں نے آپؐ کو پکڑ کر زمین پر لٹادیا اور آپؐ کا سینہ چاک کردیا۔ یہ نظارہ دیکھ کر آپؐ کا رضائی بھائی عبداللہ بن حارث بھاگا ہوا گیا اور اپنے ماں باپ کو اطلاع دی کہ میرے قریشی بھائی کو دو آدمیوں نے پکڑ لیا ہے اور اس کا سینہ چاک کررہے ہیں۔ حارث اور حلیمہ یہ سنتے ہی بھاگے آئے تو دیکھا کہ کوئی آدمی تو وہاں نہیں ہے، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک خوفزدہ حالت میں کھڑے ہیں اور چہرہ کا رنگ متغیّر ہورہا ہے۔ حلیمہ نے آگے بڑھ کر آپؐ کو گلے سے لگالیا اور پوچھا ''بیٹا کیا بات ہوئی ہے؟'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا ماجَرا بتایا اور کہا کہ وہ کوئی چیز میرے سینہ میں تلاش کرتے تھے جسے اُنہوں نے نکال کر پھینک دیا۔ پھر حلیمہ اور حارث آپؐ کو اپنے خیمہ میں لے گئے اور حارث نے حلیمہ سے کہا۔ ''مجھے ڈر ہے کہ اس لڑکے کو کچھ ہوگیا ہے۔ پس مناسب ہے کہ تو اسے فوراً لے جا اور اس کی والدہ کے سپرد کرآ۔'' چنانچہ حلیمہ آپ کو مکّہ میں لائی اور آمنہ کے سُپرد کردیا۔ آمنہ نے اس جلدی کا سبب پوچھا اور اصرار کیا تو حلیمہ نے انہیں یہ سارا قصّہ سُنا دیا اور یہ ڈر ظاہر کیا کہ شاید یہ لڑکا کِسی جِنّ وغیرہ کے اثر کے نیچے آگیا ہے۔ آمنہ نے کہا۔ ''ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ میرا بیٹا بڑی شان والا ہے۔ جب یہ حمل میں تھا تو مَیں نے دیکھا تھا کہ میرے اندر سے ایک نُور نکلا ہے جو دُور دراز ملکوں تک پھیل گیا ہے۔

اس واقعہ کی فی الجملہ تائید صحیح مسلم کی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں اَنسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعض بچوں کے ساتھ مِل کر کھیل رہے تھے آپؐ کے پاس جبرائیلؑ آئے اور آپؐ کو زمین پر لِٹا کر آپؐ کا سینہ چاک کردیا اور پھر آپؐ کے سینہ کے اندر سے آپؐ کا دل نکالا اور اس میں سے کوئی چیز نکال کر باہر پھینک دی اور ساتھ ہی کہا کہ یہ کمزوریوں کی آلائش تھی جو اَب تم سے جُدا کردی گئی ہے۔ اس کے بعد جبرائیل نے آپؐ کے دل کو مصفیٰ پانی سے دھویا اور سینہ میں واپس رکھ کر اُسے پھر جوڑ دیا۔ جب بچوں نے جبرائیل کو آپؐ کو زمین پر گراتے اور سینہ چاک کرتے ہوئے دیکھا تو وہ گھبرا کر دَوڑے ہوئے آپؐ کی دائی کے پاس گئے اور کہا کہ محمد کو کِسی نے قتل کردیا ہے۔ جب یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو فرشتہ غائب تھا اور آپؐ ایک خوفزدہ حالت میں کھڑے تھے۔ صحیح مسلم کی تصدیق کے بعد ابنِ ہشام کی روایت کو ایک ایسی تقویت حاصل ہوجاتی ہے کہ بلاکسی قوی دلیل کے ہم اسے کمزور کہہ کر ردّ نہیں کرسکتے۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ واقعہ ایک کشفی نظارہ تھا۔ چنانچہ شقِّ صدر کی ظاہری علامات کا مفقود ہونا یعنی اس وقت آپؐ کی دائی وغیرہ کو اُس کی کسی ظاہری علامات کا نظر نہ آنا بھی یہی ظاہر کرتا ہے کہ یہ ایک کشف تھا جس کا دائرہ دوسرے بچوں تک بھی وسیع ہوگیا اور جیسا کہ خود اس کشف کے اندر یہ تصریح ہے اس سے مراد یہ تھی کہ خدائی فرشتہ نے متمثّل ہوکر عالمِ کشف میں آپؐ کا سینہ چاک کیا اور تمام کمزوریوں کی آلائش آپ کے اندر سے نکال دی۔ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ معراج کی رات بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسی قسم کے شقِّ صدر کا واقعہ ہوا اور فرشتوں نے آپ کا دل نکال کر زمزم کے مصفّا پانی سے دھویا اور پھر اپنی جگہ پر رکھ دیا۔

اس جگہ یہ ذکر کرنا بھی غیر مناسب نہ ہوگا کہ سر ولیم میور نے اس واقعہ کا ذکر کرکے طعن کے رنگ میں یہ ریمارک کیا ہے کہ نعوذ باللہ یہ ایک مِرگی کا دورہ تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا۔ ہم کسی کی زبان کو تو نہیں روک سکتے مگر یقینا میور صاحب نے یہ اعتراض کرتے ہوئے پَرلے درجے کے تعصب سے کام لیا ہے کیونکہ اوّل تو سب لوگ جانتے ہیں کہ مِرگی کا بیمار ایک کمزور دماغ والا انسان ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خود میور صاحب کو اقرار ہے کہ آپؐ بہترین قوائے جسمانی کے مالک تھے۔ علاوہ ازیں خود یہ روایت بھی جس کی بناء پر یہ اعتراض کیا گیا ہے اس اعتراض کا رد کرتی ہے۔ کیونکہ روایات میں یہ صاف لکھا ہے کہ اس نظارہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی نے بھی دیکھا اور اُسی نے بھاگ کر اپنے والدین کو اطلاع دی کہ میرے قریشی بھائی کو دو سفید پوش آدمی زمین پر گرا کر اس کا سینہ چاک کر رہے ہیں۔ کیا دُنیا میں کوئی مرگی ایسی بھی ہوتی ہے جس کے متعلق دوسرے لوگ اس قسم کے نظارہ کی شہادت دیں۔ بے شک وہ شخص جسے مرگی کا دورہ پڑتا ہے وہ خود اپنے خیال میں یہ گمان کرسکتا ہے کہ اُسے کسی نے پکڑ کر زمین پر دے مارا ہے لیکن یہ کہ اُسے دیکھنے والے لوگ بھی اس قسم کا نظارہ دیکھیں یہ ایک ایسی بات ہے جسے سوائے ایک متعصّب انسان کے کوئی شخص زبان پر نہیں لاسکتا۔

بہرحال جب آپؐ کی عمر چار سال کی ہوئی تو حلیمہ آپ کو واپس لاکر آپؐ کی والدہ کے سُپرد کرگئی۔ یہ چار سالہ خدمت حلیمہ کی کوئی معمولی خدمت نہ تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو چھوٹی سے چھوٹی خدمت کو بھی فراموش نہ کرتے تھے، چنانچہ آپؐ نے عمر بھر حلیمہ کی یہ خدمت یاد رکھی اور ہمیشہ اس کے ساتھ نہایت اعلیٰ سلوک کیا۔ چنانچہ جب مُلک میں ایک دفعہ قحط پڑا اور حلیمہ مکّہ میں آئی تو آپؐ نے اُسے چالیس بکریاں اور ایک اُونٹ عطا فرمایا۔ زمانہ نبوت میں وُہ ایک دفعہ آئی تو آپؐ نے اُسے دیکھتے ہی ''میری ماں! میری ماں!!'' کہتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے اُوپر کی چادَر اُتار کر اُس کے نیچے بچھائی۔ پھر جب ایک جنگ (یعنی جنگِ حُنین) میں قبیلہ ہوازن کے ہزارہا قیدی پکڑے ہوئے آئے تو آپ نے اسی رشتہ کی خاطر ان سب کو رہا کردیا اور ایک پائی بھی اُن قیدیوں کے فدیہ میں نہیں لی۔ اور اپنی ایک رضاعی بہن کو جو اُن قیدیوں میں آئی تھی انعام سے مالا مال کرکے واپس کیا۔ حلیمہ اور اس کے خاوند حارث کے اسلام لانے کے متعلق اختلاف ہے، مگر راجح قول یہی ہے کہ وہ دونوں مسلمان ہوگئے تھے اور اسلام کی حالت میں فوت ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی عبداللہ اور بہن شیما نے بھی اسلام پر وفات پائی۔

(باقی آئندہ)

(سیرت خاتم النّبیینؐ صفحہ 93 تا 98، مطبوعہ 2006 قادیان)

ارشاد حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس

ایسی مجالس سے ہی سلامتی ملتی ہے......

جہاں خدا کا ذکر ہورہا ہو، اس کے دین کی عظمت کی باتیں ہورہی ہوں

(خطبہ جمعہ فرمودہ 16/جولائی 2004ء)

طالب دعا: ناصر احمد ایم.بی (R.T.O) ولد مکرم بشیر احمد ایم.اے (جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک)

سیرت المہدی

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم .اے .رضی اللہ عنہ)

(روایت 447بقیہ)

خوراک کی مقدار

قرآن شریف میں کفار کیلئے وارد ہے یَأْكُلُوْنَ كَمَا تَأْكُلُ الْاَنْعَامُ (محمد:13)اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ کافر سات انتڑی میں کھاتا اور مومن ایک میں۔ مراد ان باتوں سے یہ ہے کہ مومن طیب چیز کھانے والا اور دنیادار یا کافر کی نسبت بہت کم خور ہوتا ہے۔جب مومن کا یہ حال ہوا تو پھر انبیاء اور مرسلین علیہم السلام کا تو کیا کہنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دستر خوان پر بھی اکثر ایک سالن ہی ہوتا تھا بلکہ سَتّو یا صرف کھجور یا دودھ کا ایک پیالہ ہی ایک غذا ہوا کرتی تھی۔اسی سنت پر ہمارے حضرت اقدس علیہ السلام بھی بہت ہی کم خور تھے اور بمقابلہ اس کام اور محنت کے جس میں حضور دن رات لگے رہتے تھے اکثر حضور کی غذا دیکھی جاتی تو بعض اوقات حیرانی سے بے اختیار لوگ یہ کہہ اُٹھتے تھے کہ اتنی خوراک پر یہ شخص زندہ کیونکر رہ سکتا ہے۔خواہ کھانا کیسا ہی عمدہ اور لذیذ ہو اور کیسی ہی بھوک ہو آپ کبھی حلق تک ٹھونس کر نہیں کھاتے تھے۔عام طور پر دن میں دو وقت مگر بعض اوقات جب طبیعت خراب ہوتی تو دن بھر میں ایک ہی دفعہ کھانا نوش فرمایا کرتے تھے۔علاوہ اسکے چائے وغیرہ ایک پیالی صبح کو بطور ناشتہ بھی پی لیا کرتے تھے۔مگر جہاں تک میں نے غور کیا آپ کو لذیذ مزیدار کھانے کا ہرگز شوق نہ تھا۔

اوقات

معمولاً آپ صبح کا کھانا 10 بجے سے ظہر کی اذان تک اور شام کا نماز مغرب کے بعد سے سونے کے وقت تک کھا لیا کرتے تھے۔کبھی شاذو نادر ایسا بھی ہوتا تھا کہ دن کا کھانا آپ نے بعد ظہر کھایا ہو۔شام کا کھانا مغرب سے پہلے کھانے کی عادت نہ تھی۔مگر کبھی کبھی کھا لیا کرتے تھے۔مگر معمول دو طرح کا تھا جن دنوں میں آپ بعد مغرب،عشاء تک باہر تشریف رکھا کرتے تھے اور کھانا گھر میں کھاتے تھے ان دنوں میں یہ وقت عشاء کے بعد ہوا کرتا تھا ورنہ مغرب اور عشاء کے درمیان۔

مدتوں آپ باہر مہمانوں کے ہمراہ کھانا کھایا کرتے تھے اور یہ دستر خوان گول کمرہ یا مسجد مبارک میں بچھا کرتا تھا اور خاص مہمان آپ کے ہمراہ دستر خوان پر بیٹھا کرتے تھے۔ یہ عام طور پر وہ لوگ ہوا کرتے تھے جن کو حضرت صاحب نامزد کر دیا کرتے تھے۔ایسے دستر خوان پر تعداد کھانے والوں کی دس سے بیس پچیس تک ہو جایا کرتی تھی۔

گھر میں جب کھانا نوش جان فرماتے تھے تو آپ کبھی تنہا مگر اکثر ام المومنین اور کسی ایک یا سب بچوں کو ساتھ لیکر تناول فرمایا کرتے تھے۔یہ عاجز کبھی قادیان میں ہوتا تو اس کو بھی شرف اس خانگی دستر خوان پر بیٹھنے کا مل جایا کرتا تھا۔

سحری آپ ہمیشہ گھر میں ہی تناول فرماتے تھے اور ایک دو موجودہ آدمیوں کے ساتھ یا تنہا۔سوائے گھر کے باہر جب کبھی آپ کھانا کھاتے تو آپ کسی کے ساتھ نہ کھاتے تھے یہ آپ کا حکم نہ تھا مگر خدام آپ کو عزت کی وجہ سے ہمیشہ الگ ہی برتن میں کھانا پیش کیا کرتے تھے۔اگرچہ اور مہمان بھی سوائے کسی خاص وقت کے الگ الگ ہی برتنوں میں کھایا کرتے تھے۔

کس طرح کھانا تناول فرماتے تھے

جب کھانا آگے رکھا جاتا یا دستر خوان بچھتا تو آپ اگر مجلس میں ہوتے تو یہ پوچھ لیا کرتے ۔کیوں جی شروع کریں؟ مطلب یہ کہ کوئی مہمان رہ تو نہیں گیا یا سب کے آگے کھانا آ گیا۔پھر آپ جواب ملنے پر کھانا شروع کرتے اور تمام دوران میں نہایت آہستہ آہستہ چبا چبا کر کھاتے۔کھانے میں کوئی جلدی آپ سے صادر نہ ہوتی آپ کھانے کے دوران میں ہر قسم کی گفتگو فرمایا کرتے تھے۔سالن آپ بہت کم کھاتے تھے۔اور اگر کسی خاص دعوت کے موقعہ پر دو تین قسم کی چیزیں سامنے ہوں تو اکثر صرف ایک ہی پر ہاتھ ڈالا کرتے تھے اور سالن کی جو رکابی آپ کے آگے سے اُٹھتی تھی وہ اکثر ایسی معلوم ہوتی تھی کہ گویا اسے کسی نے ہاتھ بھی نہیں لگایا۔بہت بوٹیاں یا ترکاری آپ کو کھانے کی عادت نہ تھی بلکہ صرف لعاب سے اکثر چھوا کر ٹکڑا کھا لیا کرتے تھے۔لقمہ چھوٹا ہوتا تھا اور روٹی کے ٹکڑے آپ بہت سے کر لیا کرتے تھے۔اور یہ آپ کی عادت تھی دستر خوان سے اُٹھنے کے بعد سب سے زیادہ ٹکڑے روٹی کے آپ کے آگے سے ملتے تھے اور لوگ بطور تبرک کے اُن کو اُٹھا کر کھا لیا کرتے تھے۔آپ اس قدر کم خور تھے کہ باوجود یہ کہ سب مہمانوں کے برابر آپ کے آگے کھانا رکھا جاتا تھا مگر پھر بھی سب سے زیادہ آپ کے آگے سے بچتا تھا۔

بعض دفعہ تو دیکھا گیا کہ آپ صرف روکھی روٹی کا نوالہ منہ میں ڈال لیا کرتے تھے اور پھر انگلی کا سرا شوربہ میں تر کر کے زبان سے چھوا دیا کرتے تھے تا کہ لقمہ نمکین ہو جاوے۔پچھلے دنوں میں جب آپ گھر میں کھانا کھاتے تھے تو آپ اکثر صبح کے وقت مکی کی روٹی کھایا کرتے تھے اور اس کے ساتھ کوئی ساگ یا صرف لسّی کا گلاس یا کچھ مکھن ہوا کرتا تھا یا کبھی اچار سے بھی لگا کر کھا لیا کرتے تھے۔آپ کا کھانا صرف اپنے کام کیلئے قوت حاصل کرنے کی لئے ہوا کرتا تھا نہ کہ لذت نفس کیلئے۔بارہا آپ نے فرمایا کہ ہمیں تو کھانا کھا کر یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ کیا پکا تھا اور ہم نے کیا کھایا۔

ہڈیاں چوسنے اور بڑا نوالہ اُٹھانے،زور زور سے چپّڑ چپّڑ کرنے ،ڈکاریں مارنے یا رکابیاں چاٹنے یا کھانے کے مدح وذم اور لذائذ کا تذکرہ کرنے کی آپ کو عادت نہ تھی بلکہ جو پکتا تھا وہ کھا لیا کرتے تھے۔کبھی کبھی آپ پانی کا گلاس یا چائے کی پیالی بائیں ہاتھ سے پکڑ کر پیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ابتدائی عمر میں دائیں ہاتھ پر ایسی چوٹ لگی تھی کہ اب تک بوجھل چیز اس ہاتھ سے برداشت نہیں ہوتی۔اکڑوں بیٹھ کر آپ کو کھانے کی عادت نہ تھی بلکہ آلتی پالتی مار کر بیٹھتے یا بائیں ٹانگ بٹھا دیتے اور دائیاں گھٹنا کھڑا رکھتے۔

کیا کھاتے تھے؟

میں نے پہلے ذکر کیا ہے کہ مقصد آپ کے کھانے کا صرف قوت قائم رکھنا تھا نہ کہ لذت اور ذائقہ اُٹھانا اس لئے آپ صرف وہ چیزیں ہی کھاتے تھے جو آپ کی طبیعت کے موافق ہوتی تھیں اور جن سے دماغی قوّت قائم رہتی تھی تا کہ آپ کے کام میں حرج نہ ہو علاوہ بریں آپ کو چند بیماریاں بھی تھیں جن کی وجہ سے آپ کو کچھ پرہیز بھی رکھنا پڑتا تھا مگر عام طور پر آپ سب طیبات ہی استعمال فرما لیتے تھے اور اگرچہ آپ سے اکثر یہ پوچھ لیا جاتا تھا کہ آج آپ کیا کھائیں گے مگر جہاں تک ہمیں معلوم ہے خواہ کچھ پکا ہو آپ اپنی ضرورت کے مطابق کھا ہی لیا کرتے تھے اور کبھی کھانے کے بدمزہ ہونے پر اپنی ذاتی وجہ سے خفگی نہیں فرمائی بلکہ اگر خراب پکے ہوئے کھانے اور سالن پر ناپسندیدگی کا اظہار بھی فرمایا تو صرف اس لئے اور یہ کہہ کر کہ مہمانوں کو یہ کھانا پسند نہ آیا ہوگا۔

روٹی آپ تندوری اور چولہے کی دونوں قسم کی کھاتے تھے۔ ڈبل روٹی چائے کے ساتھ یا بسکٹ اور بکرم بھی استعمال فرما لیا کرتے تھے بلکہ ولائتی بسکٹوں کو بھی جائز فرماتے تھے اس لئے کہ ہمیں کیا معلوم کہ اس میں چربی ہے کیونکہ بنانے والوں کا ادعا تو مکھن ہے اور پھر ہم ناحق بدگمانی اور شکوک میں کیوں پڑیں۔مکی کی روٹی بہت مدت آپ نے آخری عمر میں استعمال فرمائی کیونکہ آخری سات آٹھ سال سے آپ کو دستوں کی بیماری ہو گئی تھی اور ہضم کی طاقت کم ہو گئی تھی علاوہ ان روٹیوں کے آپ شیرمال کو بھی پسند فرماتے تھے اور باقر خانی اور قلچہ وغیرہ غرض جو جو اقسام روٹی کے سامنے آ جایا کرتے تھے آپ کسی کو رد نہ فرماتے تھے۔

سالن آپ بہت کم کھاتے تھے۔گوشت آپ کے ہاں دو وقت پکتا تھا مگر دال آپ کو گوشت سے زیادہ پسند تھی یہ دال ماش کی یا اوڑدھ کی ہوتی تھی جس کیلئے گورداسپور کا ضلع مشہور ہے۔سالن ہر قسم کا اور ترکاری عام طور پر ہر طرح کی آپ کے دستر خوان پر دیکھی گئی ہے اور گوشت بھی ہر حلال اور طیّب جانور کا آپ کھاتے تھے۔ پرندوں کا گوشت آپ کو مرغوب تھا اس لئے بعض اوقات جب طبیعت کمزور ہوتی تو تیتر، فاختہ وغیرہ کیلئے شیخ عبدالرحیم صاحب نو مسلم کو ایسا گوشت مہیا کرنے کو فرمایا کرتے تھے۔مرغ اور بٹیروں کا گوشت بھی آپ کو پسند تھا مگر بٹیرے جب سے کہ پنجاب میں طاعون کا زور ہوا کھانے چھوڑ دیئے تھے۔ بلکہ منع کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اسکے گوشت میں طاعون پیدا کرنے کی خاصیت ہے۔اور بنی اسرائیل میں اسکے کھانے سے سخت طاعون پڑی تھی۔حضورؑ کے سامنے دو ایک دفعہ گوہ کا گوشت پیش کیا گیا مگر آپ نے فرمایا کہ جائز ہے جس کا جی چاہے کھا لے مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے چونکہ اس سے کراہت فرمائی اس لئے ہم کو بھی اس سے کراہت ہے۔اور جیسا کہ وہاں ہوا تھا یہاں بھی لوگوں نے آپ کے مہمان خانہ بلکہ گھر میں بھی کچھ بچوں اور لوگوں نے گوہ کا گوشت کھایا مگر آپ نے اسے اپنے قریب نہ آنے دیا۔مرغ کا گوشت ہر طرح کا آپ کھا لیتے تھے۔سالن ہو یا بھنا ہوا۔کباب ہو یا پلاؤ۔ مگر اکثر ایک ران پر ہی گذارہ کر لیتے تھے۔اور وہی آپ کو کافی ہو جاتی تھی بلکہ کبھی کچھ بچ بھی رہا کرتا تھا۔ پلاؤ بھی آپ کھاتے تھے مگر ہمیشہ نرم اور گداز اور گلے گلے ہوئے چاولوں کا اور میٹھے چاول تو کبھی خود کہہ کر پکوا لیا کرتے تھے۔ مگر گڑ کے،اور وہی آپ کو پسند تھے۔عمدہ کھانے یعنی کباب، مرغ، پلاؤ یا انڈے اور اسی طرح فیرنی میٹھے چاول وغیرہ تب ہی آپ کہہ کر پکوایا کرتے تھے جب ضعف معلوم ہوتا تھا۔ جن دنوں میں تصنیف کا کام کم ہوتا یا صحت اچھی ہوتی ان دنوں میں معمولی کھانا ہی کھاتے تھے اور وہ بھی کبھی ایک وقت ہی صرف اور دوسرے وقت دودھ وغیرہ سے گذارہ کر لیتے ۔دودھ، بالائی، مکھن یہ اشیاء بلکہ بادام روغن تک صرف قوّت کے قیام اور ضعف کے دور کرنے کو استعمال فرماتے تھے اور ہمیشہ معمولی مقدار میں۔بعض لوگوں نے آپ کے کھانے پر اعتراض کئے ہیں۔مگر اُن بیوقوفوں کو یہ خبر نہیں کہ ایک شخص جو عمر میں بوڑھا ہے اور اُسے کئی امراض لگے ہوئے ہیں اور باوجود ان کے وہ تمام جہان سے مصروف پیکار ہے۔ایک جماعت بنا رہا ہے جس کے فرد فرد پر اس کی نظر ہے۔اصلاح امّت کے کام میں مشغول ہے۔ ہر مذہب سے الگ الگ قسم کی جنگ ٹھنی ہوئی ہے۔دن رات تصانیف میں مصروف ہے جو نہ صرف اردو بلکہ فارسی اور عربی میں اور پھر وہی اُن کو لکھتا اور وہی کاپی دیکھتا۔وہی پروف درست کرتا اور وہی اُن کی اشاعت کا انتظام کرتا ہے۔پھر سینکڑوں مہمانوں کے ٹھہرنے اُترنے اور علیٰ حسب مراتب کھلانے کا انتظام ۔مباحثات اور وفود کا اہتمام۔نمازوں کی حاضری۔ مسجد میں روزانہ مجلسیں اور تقریریں۔ ہر روز بیسیوں آدمیوں سے ملاقات۔پھر ان سے طرح طرح کی گفتگو۔مقدمات کی پیروی۔ روزانہ سینکڑوں خطوط پڑھنے اور پھر ان میں سے بہتوں کے جواب لکھنے اور پھر گھر میں اپنے بچوں اور اہل بیت کو بھی وقت دینا اور باہر گھر میں بیعت کا سلسلہ اور نصیحتیں اور دعائیں ۔غرض اس قدر کام اور دماغی محنتیں اور تفکرات کے ہوتے ہوئے اور پھر تقاضائے عمر اور امراض کی وجہ سے اگر صرف اس عظیم الشان جہاد کیلئے قوت پیدا کرنے کو وہ شخص بادام روغن استعمال کرے تو کون بیوقوف اور ناحق شناس ظالم طبع انسان ہے جو اس کے اس فعل پر اعتراض کرے۔کیا وہ نہیں جانتا کہ بادام روغن کوئی مزیدار چیز نہیں اور لوگ لذت کیلئے اس کا استعمال نہیں کرتے ۔پھر اگر مزے کی چیز بھی استعمال کی تو ایسی نیت اور کام کرنے والے کیلئے تو وہ فرض ہے۔حالانکہ ہمارے جیسے کاہل الوجود انسانوں کیلئے وہی کھانے تعیش میں داخل ہیں۔

اور پھر جس وقت دیکھا جائے کہ وہ شخص ان مقوی غذاؤں کو صرف بطور قوت لا یموت اور سدِّ رمق کے طور پر استعمال کرتا ہے تو کون عقل کا اندھا ایسا ہوگا کہ اس خوراک کو لذائذ حیوانی اور حظوظ نفسانی سے تعبیر کرے۔خدا تعالیٰ ہر مومن کو بدظنی سے بچائے۔

دودھ کا استعمال آپ اکثر رکھتے تھے اور سوتے وقت تو ایک گلاس ضرور پیتے تھے اور دن کو بھی پچھلے دنوں میں زیادہ استعمال فرماتے تھے کیونکہ یہ معمول ہو گیا تھا کہ اِدھر دودھ پیا اور اُدھر دست آ گیا اس لئے بہت ضعف ہو جاتا تھا۔اس کے دور کرنے کو دن میں تین چار مرتبہ تھوڑا تھوڑا دودھ طاقت قائم کرنے کو پی لیا کرتے تھے۔

دن کے کھانے کے وقت پانی کی جگہ گرمی میں آپ لسّی بھی پی لیا کرتے تھے اور برف موجود ہو تو اس کو بھی استعمال فرما لیتے تھے۔ان چیزوں کے علاوہ شیرہ ٔبادام بھی گرمی کے موسم میں جس میں چند دانہ مغز بادام اور چند چھوٹی الائچیاں اور کچھ مصری پیس کر چھن کر پڑتے تھے پیا کرتے تھے اور اگرچہ معمولاً نہیں مگر کبھی کبھی رفع ضعف کیلئے آپ کچھ دن متواتر یخنی گوشت یا پاؤں کی پیا کرتے تھے یہ یخنی بھی بہت بدمزہ چیز ہوتی تھی یعنی صرف گوشت کا ابلا ہوا رس ہوا کرتا تھا۔

میوہ جات آپ کو پسند تھے اور اکثر خدام بطور تحفہ کے لایا بھی کرتے تھے۔گاہے بگاہے خود بھی منگواتے تھے۔ پسندیدہ میووں میں سے آپ کو انگور، بمبئی کا کیلا، ناگپوری سنگترے، سیب، سردے اور سرولی آم زیادہ پسند تھے۔باقی میوے بھی گاہے ماہے جو آتے رہتے تھے کھا لیا کرتے تھے۔گنّا بھی آپ کو پسند تھا۔شہتوت بیدانہ کے موسم میں آپ بیدانہ اکثر اپنے باغ کی جنس سے منگوا کر کھاتے تھے اور کبھی کبھی ان دنوں سیر کے وقت باغ کی جانب تشریف لے جاتے اور مع سب رفیقوں کے اسی جگہ بیدانہ تڑوا کر سب کے ہمراہ ایک ٹوکرے میں نوش جان فرماتے اور خشک میووں میں سے صرف بادام کو ترجیح دیتے تھے۔

چائے کا میں پہلے اشارہ کر آیا ہوں آپ جاڑوں میں صبح کو اکثر مہمانوں کیلئے روزانہ بنواتے تھے اور خود بھی پی لیا کرتے تھے ۔مگر عادت نہ تھی ۔سبز چائے استعمال کرتے اور سیاہ کو ناپسند فرماتے تھے۔اکثر دودھ والی میٹھی پیتے تھے ۔زمانہ موجودہ کے ایجادات مثلاً برف اور سوڈا

باقی صفحہ نمبر 19 پر ملاحظہ فرمائیں

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا بیت الفتوح میں نئی تعمیر پانچ منزلہ خوبصورت عمارت کا معائنہ اور ہدایات

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 23/نومبر 2021ء کو مسجد بیت الفتوح کی پانچ منزلہ خوبصورت بلاک کا معائنہ فرمایا۔ آپ مسجد بیت الفتوح کے نو تعمیر شدہ حصے کی چھت پر بھی تشریف لے گئے اور گنبد کا معائنہ فرمایا۔

حضور انور جب مسجد میں تشریف لائے تو مکرم رفیق احمد حیات صاحب امیر جماعت یو.کے اور جماعتی عہدیداران نیز تعمیراتی کمپنی کے نمائندگان نے حضور انور کا استقبال کیا۔ حضور انور کے قافلے میں محترم فاتح احمد ڈاہری صاحب وکیل تعمیل وتنفیذ برائے انڈیا نیپال و بھوٹان، محترم سید خالد احمد شاہ صاحب، محترم منیر احمد جاوید صاحب پرائیویٹ سیکرٹری، محترم سلیم الدین صاحب، محترم منیر الدین شمس صاحب ایڈیشنل وکیل التصنیف و مینیجنگ ڈائریکٹر ایم ٹی اے انٹرنیشنل، محترم شبیر احمد بھٹی صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ یوکے، عملہ حفاظت خاص کے علاوہ بعض دیگر احباب بھی شامل تھے۔

مسجد کے سامنے کھڑے ہو کر حضور انور نے محترم سید خالد احمد شاہ صاحب سے استفسار فرمایا کہ یہ مسجد آپ کو کیسی لگی ہے؟ نیز فرمایا کہ یہ مسجد یورپ کی سب سے بڑی مسجد ہے۔ کورونا وائرس کی وبا کے بعد یہ پہلا موقع تھا جب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ مسجد بیت الفتوح تشریف لائے تھے۔ قبل ازیں 10/مارچ 2020ء کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے تعمیراتی کام کا معائنہ فرمایا تھا۔

حضور انور مسجد میں 11 بجکر 37 منٹ پر رونق افروز ہوئے۔ محترم امیر صاحب نے تعمیر کرنے والی کمپنیوں کے نمائندگان کا تعارف کروایا۔ حضور انور کچھ دیر وہاں رکے اور بعض امور کے متعلق ان سے استفسار فرمایا۔ پہلے حضور نے باہر سے عمارت کا جائزہ لیا۔ بعد ازاں عمارت کی دائیں جانب گیلری کا معائنہ فرمایا اور کچھ ہدایات دیں۔

11 بجکر 46 منٹ پر حضورِ انور عمارت کے اندر تشریف لائے جہاں پر موجود کارکنان نے کھڑے ہو کر اپنے پیارے آقا کا استقبال کیا۔ حضور انور نے دیوار پر نصب بلڈنگ پلان ملاحظہ فرمایا۔ تمام معائنہ کے دوران محترم امیر صاحب یوکے اور سیکرٹری صاحب جائیداد یوکے نے گاہے بگاہے تعمیراتی کام سے متعلق حضورِ انور کو بریفنگ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔

بعد ازاں حضور انور پہلی منزل پر تشریف لے گئے۔ نچلی منزل پر حضورِ انور نے انسولیشن سے متعلق دریافت فرمایا تھا چنانچہ ایک کارکن نے نمونے کا بورڈ لے کر حضورِ انور کی خدمت میں پیش کیا۔

اس کے بعد دوسری منزل پر موجود ہال کا معائنہ فرمایا۔ عمارت کی بائیں جانب موجود سیڑھیوں سے حضور انور عمارت کی تیسری منزل پر تشریف لے گئے۔ بعد ازاں حضور انور عمارت کے دیگر حصوں سے ہوتے ہوئے چھت پر تشریف لے گئے اور گنبد کا معائنہ فرمایا۔ سب سے اوپر والی منزل سے حضور نے ایم ٹی اے کی بلڈنگ کی چھت کو ملاحظہ فرمایا۔ حضور نے سب سے اوپر والی منزل پر غسل خانوں کا معائنہ فرمایا اور پھر عمارت کے بائیں جانب واقع سیڑھیوں سے نیچے تشریف لے گئے۔

حضور نے عمارت کے بائیں جانب بعض حصوں کا معائنہ فرمایا اور ہدایات دیں اور پھر 12 بجکر 10 منٹ پر اندرونی راستے سے پرانی عمارت میں آفتاب خان لائبریری کے سامنے سے داخل ہوئے۔ یہاں سے حضور 12 بجکر 11 منٹ پر طاہر ہال میں داخل ہوئے جہاں ہال کا جائزہ لیا اور کچھ امور کی بابت ہدایات عطا فرمائیں۔ بعد ازاں مسجد کی پچھلی طرف سے ہوتے ہوئے اور بعض امور کا جائزہ لیتے ہوئے مسجد بیت الفتوح کے جنوب مشرقی طرف یعنی محراب کی جانب واقع سیڑھیوں سے اوپر کمرے میں تشریف لے گئے جہاں حضور انور نے کچھ دیر قیام فرمایا اور چائے نوش فرمائی۔

ایک بجکر 7 منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مسجد میں تشریف لا کر نماز ظہر و عصر جمع کر کے پڑھائی۔ حضور انور کی آمد کا سن کر ارد گرد سے عشاق نماز کیلئے جمع ہو گئے تھے جس کے نتیجے میں مسجد کا ہال اور گیلری نمازیوں سے پُر ہو گئی تھی۔

حضور انور نے کورونا وبا کے بعد پہلی مرتبہ مسجد بیت الفتوح میں نماز پڑھائی۔ نمازوں کے بعد حضور انور نے مولانا نسیم احمد باجوہ صاحب (امام مسجد بیت الفتوح) سے نمازوں کی حاضری کے بارے میں استفسار فرمایا۔

ستمبر 2015ء میں مسجد بیت الفتوح سے متصل عمارت کو ایک حادثہ کے نتیجہ یں آگ لگ گئی تھی۔ نومبر 2017ء میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے تعمیر نو کیلئے مالی تحریک فرمائی جبکہ 4/مارچ 2018ء کو حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بیت الفتوح کی تعمیر نو کا سنگ بنیاد رکھا تھا جس کے بعد تعمیر نو کے کام کا با قاعدہ آغاز ہو گیا تھا۔ تعمیر نو کا کام اللہ کے فضل سے اب اپنے آخری مراحل میں ہے اور اندازہ ہے کہ جلسہ سالانہ برطانیہ 2022ء سے قبل اس کی تکمیل ہو جائے گی۔

حضور انور کے اس دورے کی کوریج کیلئے ایم ٹی اے انٹرنیشنل، ریویو آف ریلیجنز، الحکم اور الفضل انٹرنیشنل کے نمائندگان موجود تھے جبکہ تصویر کشی کیلئے مخزن تصاویر اور جماعت احمدیہ یوکے کے فوٹوگرافرز موجود تھے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مغربی یورپ کی سب سے بڑی مسجد بیت الفتوح سے ملحقہ یہ عمارت جلد تکمیل کو پہنچے اور یہ تعمیر ہر لحاظ سے با برکت ہو۔ آمین۔

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 30/نومبر 2021)

......☆......☆......☆......

وصایا منظوری سے قبل اس لیے شائع کی جاتی ہیں کہ اگر کسی صاحب کو کسی وصیت پر کوئی اعتراض ہو تو وہ تاریخ اشاعت سے ایک ماہ کے اندر دفتر بہشتی مقبرہ کو مطلع کرے۔ (سیکرٹری مجلس کارپرداز قادیان)

مسل نمبر 10463: مَیں روشن آرہ خاتون زوجہ مکرم محمد سفیض الدین صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 48 سال تاریخ بیعت 2004 ساکن پور بادھا نتالا (بنّا گوری) ڈاکخانہ سیٹلائیٹ ٹاؤن شپ ضلع جلپائی گوڑی صوبہ بنگال، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 13/اگست 2021 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائیداد مندرجہ ذیل ہے۔ حق مہر وصول شد۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔ گواہ: محمد سفیض الدین الامۃ: روشن آرہ خاتون گواہ: محمد صغیر عالم

مسل نمبر 10464: مَیں رابعہ خاتون زوجہ مکرم خورشید عالم صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 31 سال تاریخ بیعت 2000ء، ساکن جاگیر گاچھ ڈاکخانہ پھانسی دیوا ضلع دارجلنگ صوبہ بنگال، بقائمی ہوش و حواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 10/اگست 2020 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائیداد مندرجہ ذیل ہے۔ زیور طلائی 1 گرام 22 کیریٹ، حق مہر وصول شد۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔ گواہ: جمیل الرحمن الامۃ: رابعہ خاتون گواہ: ناصر احمد زاہد

مسل نمبر 10465: مَیں زولیخا طارق زوجہ مکرم قاضی طارق احمد صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 39 سال تاریخ بیعت 1999ء، موجودہ پتا: اتر حاجی پور ڈاکخانہ ڈائمنڈ ہاربر ضلع ساؤتھ 24 پرگنہ صوبہ بنگال، مستقل پتا: بسنتا پور ڈاکخانہ چاند نگر (پارولیا کوسٹل) ضلع ساؤتھ 24 پرگنہ صوبہ بنگال، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 3/جون 2018 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائیداد مندرجہ ذیل ہے۔ زیور طلائی 25 گرام 22 کیریٹ، حق مہر -/36,000 روپئے وصول شد۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔ گواہ: قاضی طارق احمد الامۃ: زلیخا طارق گواہ: شہادت حسین راج

مسل نمبر 10466: مَیں اے عبد الرحیم ولد مکرم اے.کے. ابوبکر صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ تجارت عمر 33 سال تاریخ بیعت 2021، ساکن 59-A/100 ساؤتھ ٹائیکا اِسٹریٹ (میلا پالم) ترونل ویلی صوبہ تامل ناڈو، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 30/اگست 2021 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائیداد مندرجہ ذیل ہے۔ ایک رہائشی مکان 1 سینٹ زمین پر مشتمل بمقام میلا پالم، پلاٹ 1.63 سینٹ زمین پر مشتمل بمقام میلا پالم، پلاٹ 3 سینٹ پر مشتمل بمقام میلا پالم، پلاٹ 1.5 سینٹ زمین پر مشتمل بمقام میلا پالم۔ میرا گزارہ آمد از ملازمت ماہوار -/40,000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔ گواہ: اے. شمس العالم العبد: اے. عبد الرحیم گواہ: اے. عبد النظار

مسل نمبر 10467: مَیں اے. کا. جا. نور زوجہ مکرم عبد الرحیم. اے صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 27 سال تاریخ بیعت 2021، ساکن 59-A/100 ساؤتھ ٹائیکا اِسٹریٹ (میلا پالم) ترونل ویلی صوبہ تامل ناڈو، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 30/اگست 2021 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائیداد مندرجہ ذیل ہے۔ زیور طلائی زیر استعمال 132 گرام، زیور طلائی بصورت حق مہر 33.90 گرام، زیور طلائی (بیٹی کی) 25.50 گرام تمام زیورات 22 کیریٹ (بیٹی کے زیروات خاکسار کی جائیداد میں سے ہیں) میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/3000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔
گواہ: اے. شمس العالم الامۃ: اے. کا. جانور گواہ: اے. عبد الرحیم

مسل نمبر 10468: مَیں ایس نبی ساتھول مسریا زوجہ مکرم شمس العالم صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 49 سال، ساکن 59-A/100 ساؤتھ ٹائیکا اِسٹریٹ (میلا پالم) ترونل ویلی صوبہ تامل ناڈو، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 30/اگست 2021 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائیداد مندرجہ ذیل ہے۔ زیور طلائی زیر استعمال 195 گرام، زیور طلائی بصورت حق مہر 10.23 گرام، زیور طلائی (بیٹی کی) 37.64 گرام تمام زیورات 22 کیریٹ (بیٹی کے زیورات خاکسار کی جائیداد میں شمار ہیں) میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/3000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔ گواہ: اے. عبد الرحیم الامۃ: ایس نبی ساتھول مسریا گواہ: اے. شمس العالم

جہاں تک بیوہ کے سوگ کا تعلق ہے تو اسلام نے اس میں نہ تو کسی قسم کا کوئی استثنار کھا اور نہ ہی اس حکم میں عمر کی کوئی رعایت رکھی ہے

پس بیوہ کیلئے ضروری ہے کہ وہ عدت کا یہ عرصہ حتی الوسع اپنے گھر میں گزارے، اس دوران اسے بناؤ سنگھار کرنے، سوشل پروگراموں میں حصہ لینے اور بغیر ضرورت گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں

میرے نزدیک حج اور عمرہ کیلئے عورت کے ساتھ محرم کی شرط ایک وقتی حکم تھا بالکل اسی طرح جس طرح اُس زمانہ میں اکیلی عورت کیلئے عام سفر بھی منع تھا

اگر اُس زمانے میں ایک عورت حیرہ سے چل کر کئی دنوں کا سفر کر کے خانہ کعبہ کا طواف کرنے آسکتی ہے تو اِس زمانے میں چند گھنٹوں کا ہوائی جہاز کا سفر کر کے ایک عورت عمرہ اور حج وغیرہ کیلئے کیوں نہیں جاسکتی؟

سیّدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے پوچھے جانے والے اہم سوالات کے بصیرت افروز جوابات

نوٹ: سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مختلف وقتوں میں اپنے مکتوبات اور ایم ٹی اے کے مختلف پروگراموں میں اہم مسائل کے بارہ میں جو ارشادات مبارکہ فرماتے ہیں، ان میں سے کچھ قارئین کے افادہ کیلئے الفضل انٹرنیشنل کے شکریہ کے ساتھ شائع کیے جارہے ہیں۔ (ادارہ)

(قسط 20)

سوال ایک دوست نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ایک خطبہ جمعہ میں بیان جمعۃ المبارک کے دن قبولیت دعا کی خاص گھڑی کے وقت کے بارے میں حضور انور کے ارشاد، اسی طرح جلسہ سالانہ یوکے 2019ء کے آخری دن کے خطاب میں نماز تراویح میں پورا سپارہ پڑھنے کی بجائے چھوٹی سورتیں پڑھنے کے بارے میں حضور انور کے ارشاد کے بارے میں مزید وضاحت چاہی؟ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مورخہ 4؍فروری 2020ء میں ان دونوں امور کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

جواب میں نے اپنے خطبہ جمعہ میں جمعہ کے روز آنے والی قبولیت دعا کی خاص گھڑی کے بارے میں احادیث اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ارشادات کی روشنی میں بیان کیا تھا کہ ایک تو یہ بہت مختصر گھڑی ہوتی ہے اور دوسرا اس کے مختلف وقت بیان ہوئے ہیں۔ علمائے حدیث اور فقہاء نے بھی اس گھڑی کا وقت زوال آفتاب سے لے کر سورج غروب ہونے تک مختلف وقتوں میں بیان کیا ہے۔ میرے نزدیک اس گھڑی کے مختلف وقت بیان ہونے میں حکمت یہ ہے کہ جمعہ کا سارا دن ہی بہت برکت والا ہے اس لیے یہ سارا دن ہی انسان کو دعاؤں میں گزارنا چاہئے۔

جہاں تک نماز کو مختصر کرنے کی بات ہے تو اس بارے میں آپ نے میری دو باتوں کو آپس میں الجھا دیا ہے۔ حدیث کے حوالے سے ایک بات میں نے یہ بتائی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں کسی نے ایک امام کی شکایت کی جو بہت لمبی نماز پڑھاتا تھا۔ اور اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

پھر میں نے یہ بات کی تھی کہ نماز کے مختصر کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ جلدی جلدی ٹکریں مار کر نماز پڑھی جائے اور اس ضمن میں بطور مثال میں نے سوشل میڈیا پر دکھائی جانے والی ایک نماز تراویح کا ذکر کیا تھا جس میں امام چند منٹوں میں نماز تراویح کی ساری رکعتیں پڑھا دیتا ہے۔

پس اصل بات یہ تھی کہ نہ نماز کو اتنا لمبا کرنا چاہیے کہ مقتدی اکتا جائیں اور ان کے دل میں نماز کیلئے نفرت پیدا ہو اور نہ ہی نماز کو اس قدر مختصر کرنے کی اجازت ہے کہ وہ نماز نہیں بلکہ ٹکریں مارنا دکھائی دے۔

پھر اس کے ساتھ یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جس نماز کے مختصر کرنے کی ہدایت فرمائی ہے وہ فرض نماز ہے۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ فرض نمازیں تمام مردوں پر باجماعت ادا کرنا لازم ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ چونکہ مقتدیوں میں بیمار، بوڑھے، کمزور اور کام کاج پر جانے والے بھی ہوتے ہیں، اس لیے امام کی ذمہ داری ہے کہ ان سب کا خیال رکھتے ہوئے نماز کو مناسب وقت میں پڑھائے۔

لیکن نماز تراویح چونکہ نفلی نماز ہے اور اس کیلئے کوئی ایسی شرط نہیں کہ تمام لوگ ضرور اس میں شامل ہوں بلکہ جو آسانی سے اس میں شامل ہو سکے اسے شامل ہونا چاہیے اور جسے کوئی عذر ہو وہ بے شک شامل نہ ہو۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ دوسرا نماز تراویح کا آغاز حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں ہوا اور آپ نے خاص طور پر قرآن کریم کی قراءت کیلئے ہی اس کو جاری فرمایا تھا۔ اس لیے اس میں نسبتاً لمبی قراءت ہونی چاہیے اور اگر ممکن ہو تو رمضان المبارک میں نماز تراویح میں قرآن کریم کی تکمیل کرنی چاہیے۔

سوال ایک خاتون نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں اپنے بھائی کی وفات کا ذکر کر کے بیوہ کے سوگ نیز باقی لوگوں کے سوگ خصوصاً بھائی کی وفات پر بہن کے سوگ کے بارے میں اسلامی احکامات دریافت کیے؟ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مورخہ 4؍فروری 2020ء میں اس سوال کا درج ذیل جواب عطا فرمایا:

جواب اسلام نے اپنے متبعین کی خوشی وغمی کے ہر معاملے میں راہ نمائی فرمائی ہے۔ چنانچہ کسی پیارے کی وفات پر صبر کرنے کی تلقین کے ساتھ اس کی جدائی کے غم کے اظہار کی بھی اجازت دی اور تمام عزیزوں کو جن میں وفات پانے والے کے والدین، بہن بھائی اور اولاد وغیرہ سب شامل ہیں، زیادہ سے زیادہ تین دن تک سوگ کی اجازت دی ہے۔ جبکہ بیوی کو اپنے خاوند کی وفات پر چار ماہ دس دن تک سوگ کی ہدایت فرمائی ہے، جس کا قرآن کریم کی سورت البقرہ میں ذکر ہے۔ نیز احادیث میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مختلف مواقع پر اس کا ارشاد فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت زینب بنت ابی سلمہؓ (جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ربیبہ تھیں) سے روایت ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت ام حبیبہؓ کے پاس گئی تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کسی ایسی عورت کیلئے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو جائز نہیں کہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے سوائے شوہر کی وفات کے کہ اس پر وہ چار مہینے دس دن سوگ کرے گی۔ (راویہ کہتی ہیں) پھر جب حضرت زینب بنت جحشؓ کے بھائی کی وفات ہوئی تو میں ان کے پاس گئی۔ (اور جب ان کے بھائی کی وفات پر تین دن گزر گئے تو) انہوں نے خوشبو منگوائی اور اسے اپنے پر لگایا اور پھر کہا کہ مجھے خوشبو کی حاجت نہیں تھی مگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو منبر پر فرماتے ہوئے خود یہ سنا ہے کہ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والی کسی عورت کیلئے جائز نہیں کہ تین دن سے زیادہ کسی میت پر سوگ کرے۔ سوائے اپنے شوہر کی وفات پر، کہ اس پر وہ چار ماہ دس دن تک سوگ کرے گی۔ (بخاری، کتاب الجنائز، بَاب إِحْدَادِ الْمَرْأَةِ عَلَى غَيْرِ زَوْجِهَا)

پس بیوہ کے علاوہ باقی تمام عزیزوں کیلئے خواہ وہ والدین ہوں، اولاد ہو یا بہن بھائی ہوں، سب کو صرف تین دن تک سوگ کی اجازت ہے، اس سے زیادہ نہیں۔

جہاں تک بیوہ کے (چار ماہ دس دن کے) سوگ کی حدود کا تعلق ہے تو اسلام نے اس میں نہ تو کسی قسم کا کوئی استثنار کھا اور نہ ہی اس حکم میں عمر کی کوئی رعایت رکھی ہے۔ پس بیوہ کیلئے ضروری ہے کہ وہ عدت کا یہ عرصہ حتی الوسع اپنے گھر میں گزارے۔ اس دوران اسے بناؤ سنگھار کرنے، سوشل پروگراموں میں حصہ لینے اور بغیر ضرورت گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں۔

عدت کے عرصے کے دوران بیوہ اپنے خاوند کی قبر پر دعا کیلئے جاسکتی ہے بشرطیکہ وہ قبر اسی شہر میں ہو جس شہر میں بیوہ کی رہائش ہے۔ نیز اگر اسے ڈاکٹر کے پاس جانا پڑے تو یہ بھی مجبوری کے تحت آتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی بیوہ کے خاندان کا گزارہ اسکی نوکری پر ہے جہاں سے اسے رخصت ملنا ممکن نہیں، یا بچوں کو سکول لانے لے جانے اور خریداری کیلئے اس کا کوئی اور انتظام نہیں تو یہ سب امور مجبوری کے تحت آئیں گے۔ ایسی صورت میں اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ سیدھی کام پر جائے اور کام مکمل کر کے واپس گھر آکر بیٹھے۔ مجبوری اور ضرورت کے تحت گھر سے نکلنے کی بس اتنی ہی حد ہے۔ کسی قسم کی سوشل مجالس یا پروگراموں میں شرکت کی اسے اجازت نہیں۔

سوال اکیلی عورت کے حج پر جانے کے بارے میں محترم ناظم صاحب دارالافتاء کے جاری کردہ ایک فتویٰ کے بارے میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مورخہ 4؍فروری 2020ء میں درج ذیل ارشاد فرمایا:

جواب میرے نزدیک حج اور عمرہ کیلئے عورت کے ساتھ محرم کی شرط ایک وقتی حکم تھا بالکل اسی طرح جس طرح اُس زمانہ میں اکیلی عورت کیلئے عام سفر بھی منع تھا، کیونکہ اُس وقت ایک تو سفر بہت مشکل اور لمبے ہوتے تھے، راستوں میں کسی قسم کی سہولتیں میسر نہیں تھیں اور الٹا سفروں میں راہزنی کے خطرات بہت زیادہ تھے۔ چنانچہ ایک موقع پر جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں راہزنی کی شکایت کی گئی تو آپ نے آئندہ زمانہ کے پر امن سفروں کی بشارت دیتے ہوئے حضرت عدی بن حاتم کو فرمایا: فَإِنْ طَالَتْ بِكَ حَيَاةٌ لَتَرَيَنَّ الظَّعِينَةَ تَرْتَحِلُ مِنَ الْحِيرَةِ حَتَّى تَطُوفَ بِالْكَعْبَةِ لَا تَخَافُ أَحَدًا إِلَّا اللهَ۔ یعنی اگر تمہاری زندگی زیادہ ہوئی تو یقیناً تم دیکھ لوگے کہ ایک ہودج نشیں عورت حیرہ سے چل کر کعبہ کا طواف کرے گی، اللہ کے علاوہ اس کو کسی کا خوف نہ ہوگا۔

اسی حدیث کے آخر پر حضرت عدی بن حاتم بیان کرتے ہیں: فَرَأَيْتُ الظَّعِينَةَ تَرْتَحِلُ مِنَ الْحِيرَةِ حَتَّى تَطُوفَ بِالْكَعْبَةِ لَا تَخَافُ إِلَّا اللهَ۔ یعنی میں نے ہودج نشین عورت کو دیکھا ہے کہ وہ حیرہ سے سفر شروع کرتی ہے اور کعبہ کا طواف کرتی ہے اور اللہ کے سوا اس کو کسی کا ڈر نہیں ہوتا۔ (صحیح بخاری، کتاب المناقب)

حیرہ اس زمانے میں ایرانی حکومت کے تحت ایک شہر تھا جو کوفہ کے قریب واقع تھا۔ اس لحاظ سے اُس زمانے میں یہ کئی دنوں کا سفر بنتا ہے۔ پس اگر اُس زمانے میں ایک عورت حیرہ سے چل کر کئی دنوں کا سفر کر کے مکہ خانہ کعبہ کا طواف کرنے آسکتی ہے تو اِس زمانے میں چند گھنٹوں کا ہوائی جہاز کا سفر کر کے ایک عورت عمرہ اور حج وغیرہ کیلئے کیوں نہیں جاسکتی؟

سوال ایک دوست نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں لکھا ہے کہ میں نے پڑھا ہے کہ ایک مومن کیلئے ہمیشہ بھلائیاں ہی آتی ہیں لیکن دوسری طرف یہ بھی ہے کہ یہ دنیا مومن کیلئے جہنم ہے۔ اس میں کونسی بات ٹھیک ہے۔ نیز یہ کہ کیا یہ درست ہے کہ اگر ایک نماز رہ جائے تو پچھلی چالیس سال کی نمازیں ضائع ہو جاتی ہیں؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مورخہ 20؍فروری 2020ء میں اس سوال کا درج ذیل جواب عطا فرمایا:

جواب درحقیقت ایک سچے مومن کو دنیاوی چیزوں میں کوئی دلچسپی نہیں ہوتی، وہ انہیں اللہ کے حکم پر صرف عارضی سامان کے طور پر ضرورت کی حد تک استعمال کرتا ہے۔ اور ہر وقت اس کی نظر اللہ تعالیٰ کی رضا اور اسکی خوشنودی پر ہوتی ہے۔ پس ایک مومن چونکہ دنیوی چیزوں کے پیچھے نہیں بھاگتا کہ وہ اسکے دل میں اللہ تعالیٰ کی یاد کو محو نہ کر دیں اس لیے دنیاوی لحاظ سے اس پر بظاہر تنگی آتی ہے لیکن وہ اس سے تکلیف محسوس نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر وہ اس دنیاوی تنگی کو بھی خوشی سے برداشت کر لیتا ہے۔ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا کی کہ اے میرے ربّ! قید خانہ مجھے ان دنیاوی آسائشوں اور آلائشوں سے زیادہ محبوب ہے جس کی طرف یہ خواتین مجھے بلاتی ہیں۔ (یوسف:34)

اسکے مقابلے پر ایک کافر چونکہ اس دنیا کو ہی اپنا سب کچھ خیال کرتا اور ہر وقت اسی کے پیچھے بھاگتا رہتا ہے اور دنیاوی سامانوں سے خوب حظ اٹھاتا اور وہی اس کا اوڑھنا بچھونا ہوتے ہیں۔ پس اس مضمون کو بیان کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ دنیا مومن کیلئے قید خانہ اور کافر کیلئے جنت ہے۔

نماز کے بارے میں آپ کے سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر بھول کر کوئی نماز رہ جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب وہ نماز یاد آئے اسی وقت اسے پڑھ لیا جائے یہی اس نماز کے بھولنے کا کفارہ ہے۔ لیکن اگر جان بوجھ کر کوئی نماز چھوڑ دی جائے تو یہ بہت بڑا گناہ ہے اور اس کی معافی توبہ، استغفار اور آئندہ ایسی غلطی نہ کرنے کے عہد سے ہی ہوسکتی ہے۔

سوال حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ مربیان سلسلہ جرمنی کی Virtual ملاقات مورخہ 15؍نومبر 2020ء میں اس سوال پر کہ ہم کس طرح حضور انور کے سلطان نصیر بن سکتے ہیں؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

جواب خلیفۂ وقت کا اگر سلطان نصیر بننا ہے تو دعاؤں کے بغیر نہیں بنا جا سکتا۔ اور دعاؤں کیلئے، سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کیلئے نفل ہیں۔ فرائض تو آپ لوگ ادا کرتے ہی ہیں۔ اگر نہیں ادا کریں گے تو پھر ایک مسلمان کی جو ایک بنیادی Category ہے اس میں بھی نہیں

آتے لیکن فرائض ادا کرنے کے بعد جو نوافل ہیں وہ اصل چیز ہیں جو آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا قرب بھی دلائیں گے اور خدمت کے موقعے بھی زیادہ میسر آئیں گے اور ان میں برکت بھی پڑے گی۔ اور خلیفۂ وقت کے سلطان نصیر بننے کی بھی توفیق ملے گی۔ اس لیے ہر مربی کا فرض ہے کے کم از کم (ایک گھنٹہ تہجد پڑھے) آج کل تو ویسے بھی ایک گھنٹہ تہجد پڑھنا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ آج کل تو دو گھنٹے بھی پڑھی جاسکتی ہے۔ لیکن عام حالات میں بھی ہر ایک کو کم از کم ایک گھنٹہ تو تہجد پڑھنی چاہیے۔ سوائے اس کے کہ کوئی مجبوری ہو، کوئی بیمار ہے، کوئی بوڑھا ہو گیا ہے اس کی تو اور بات ہے ناں۔ باقی تو اسکے بغیر گزارہ ہی نہیں ہے۔ اس طرف خاص توجہ دیں۔ ذکر الٰہی کی طرف بھی زیادہ توجہ ہونی چاہیے۔ بجائے اسکے کہ یہ سوچتے رہیں کہ آج ہم نے فلاں سٹور میں جانا ہے، فلاں جگہ فلاں اچھی چیز آئی ہوئی ہے۔ یا میں نے فلاں دنیاوی کام کرنا ہے۔ یا فلاں جگہ مجلس جمی ہوئی ہے وہاں بیٹھنا ہے۔ اپنا وقت ضائع کرنے کی بجائے اپنی روحانیت کو بڑھانے کی طرف توجہ دیں اور یہ بڑھے گی تو تبھی آپ انقلاب لا سکتے ہیں۔ نرے ترانے پڑھنے سے اور نعرے لگانے سے کبھی دنیا میں انقلاب نہیں آیا کرتے اور نہ آپ کے کاموں میں برکت پڑسکتی ہے۔ اس لیے پہلی بات تو یہ ہے کہ اپنی روحانی حالت کو بہتر بنائیں۔ اور آپ لوگ جو مربیان ہیں اپنی جماعت کے افراد کیلئے نمونہ بننے کی کوشش کریں اور ایک role model ہوں۔ ہر ایک آپ کو دیکھ کر کہہ سکے کہ ہاں واقعی مربی صاحب کا تعلق باللہ بھی ہے، اور توجہ بھی ہے، اور ہمدردی خلق بھی ہے، اور افراد جماعت سے پیار اور محبت کا سلوک بھی ہے۔ یہ چیزیں پیدا کریں گے تو تبھی آپ لوگوں کو کامیابیاں ملیں گی۔ اپنے لوگوں کی تربیت کرلیں تو آپ کو جماعت میں ایسے ایسے کام کرنے والے مل جائیں گے جو آپ کے مددگار ہوں گے، معاون ہوں گے اور پھر آپ کے کام میں آسانیاں پیدا ہوں گی۔

سوال اسی ملاقات میں ایک مربی صاحب نے عرض کیا کہ حضور نے شروع میں نماز تہجد کا ذکر فرمایا ہے۔ سردیوں میں تو انسان آسانی سے تہجد کیلئے اٹھ سکتا ہے لیکن مستقل طور پر اور ان ممالک میں گرمیوں میں اسکی عادت ڈالنے کا بہترین ذریعہ کیا ہے؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس سوال کے جواب میں فرمایا:

جواب یہ تو Depend کرتا ہے کہ کتنا اللہ تعالیٰ سے آپکا تعلق ہے۔ کتنی اللہ سے محبت ہے۔ باقی کاموں کیلئے وقت نکال لیتے ہیں ناں؟ اگر جرمنی میں رہتے ہوئے رات کو دس بجے عشاء کی نماز ہوتی ہے یا ساڑھے دس بجے ہوتی ہے اور صبح ڈھائی بجے، پونے تین بجے یا تین بجے ہوتی ہے۔ (یہاں بلکہ یوکے میں اس سے جلدی سحری ہو جاتی ہے۔ وہاں پھر ایک گھنٹہ لیٹ سحری ہوتی ہے۔ آدھا پونا گھنٹے کا فرق ہوتا ہے) تو دو گھنٹے سوئیں، ڈیڑھ گھنٹہ سوئیں۔ پھر اٹھ کے نماز پڑھیں۔ اسکے بعد نماز فجر کے بعد پھر ایک دو گھنٹے سو جائیں۔ یہ تو اپنا پروگرام خود بنانا پڑتا ہے۔ اگر کسی کام کے کرنے کی دل میں تڑپ ہو تو سب رستے نکل آتے ہیں۔ جب جامعہ میں آپ کے امتحان ہو رہے ہوتے تھے اور پڑھنے کا شوق ہوتا تھا تو رات کو اٹھ کے پڑھتے تھے ناں؟ یا کوئی فکر پیدا ہوئی ہو تو تہجد پڑھتے ہیں ناں؟ یہ تو سوچ کی بات ہے۔ اگر آپ سوچ کو اس طرح ڈھال لیں گے کہ میں نے یہ کام کرنا ہے تو اللہ تعالیٰ مدد کرتا ہے۔ تو لوگ تو رات کو گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ سوتے ہیں۔ اسکے بعد اٹھ کے تہجد پڑھ لیتے ہیں۔ پھر صبح نماز فجر کے بعد جب باقی وقت ہوا سو گئے۔ یہ تو وقت نکالنا پڑتا ہے۔ اسکے بعد سارا دن بھی تو آپ کو مل جاتا ہے۔ دوپہر کو نیند پوری کرنے کیلئے ایک گھنٹہ سو لیا کریں۔ یہ تو کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے۔ جوانی میں ہی عبادت ہوتی ہے جو ہوتی ہے۔ آپ تو نوجوان لوگ ہیں آپ لوگوں کا ہی وقت ہے۔ یہی وقت ہے اس وقت سے فائدہ اٹھالیں۔ اور عبادات کا جتنا حق ادا کر سکتے ہیں کرنے کی کوشش کریں۔

در جوانی توبہ کردن شیوہ پیغمبری
وقت پیری گرگ ظالم میشود پرہیزگار

سوال اسی ملاقات میں ایک مربی صاحب نے حضور انور کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ دیکھنے میں آتا ہے کہ نوجوان نسل کا زیادہ وقت باہر کے معاشرے کے زیر اثر گزرتا ہے، انہیں ہم جماعت کے قریب کیسے لا سکتے ہیں؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس سوال کے جواب میں فرمایا:

جواب تو ٹھیک ہے نوجوان مربیان جو ہیں یہ ان کا کام ہے۔ آپ لوگ یہیں پلے ہیں، یہیں بڑھے ہیں، یہیں آپ نے گریجوایشن کی ہے یا جو بھی تعلیم حاصل کی ہے، سیکنڈری سکول کی جو تعلیم حاصل کی ہے یا Abitur کیا یا جو بھی کیا تو آپ لوگوں کو اس ماحول کا پتہ ہے۔ آپ بھی یہاں رہتے ہیں۔ اسکے مطابق دیکھیں کہ کس طرح ان لوگوں کی تربیت کر سکتے ہیں۔ اور اسی لیے میں کہتا ہوں کہ دوستیاں بنائیں، اسی لیے ذیلی تنظیمیں بھی ہیں۔ ذیلی تنظیموں کا بھی کام ہے کہ اپنے لڑکوں کو اپنے ساتھ Involve کریں اور نوجوان مربیان جتنے بھی ہیں ان کا کام ہے کہ ان کی مدد کریں۔ اس طرح کریں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ ٹھیک ہو جائے گا۔ یہ تو کوشش ہے، ٹھیک ہے ماحول یہ ہے۔ ماحول ہی تو ہمارے لیے چیلنج ہے۔ اس ماحول میں ہی ہم نے ان کے حالات کے مطابق کوشش کرنی ہے۔ کوئی نئی چیز تو نہیں ہے، کوئی نیا فارمولا تو نہیں ایسا بن جائے گا کہ آپ اسکو اپلائی کریں گے تو سارے لوگوں کی اصلاح ہو جائے گی اور وہ ولی اللہ بن جائیں گے، کوئی نہیں بنے گا۔ نہ ایک دن میں آپ لوگ اپنے سارے ٹارگٹ Achieve کر سکتے ہیں۔ یہ تو ایک مسلسل کوشش ہے تا کہ ان کا جماعت کے افراد کے ساتھ تعلق پیدا رہے اور ان کو یہ احساس ہوتا رہے کہ ہاں ہماری ایک اور ذمہ داری بھی ہے کہ جو ہم نے دین کو دنیا پہ مقدم رکھنے کا عہد کیا ہوا ہے اس کو بھی ہم نے پورا کرنا ہے۔ یہ احساس آہستہ آہستہ دلاتے رہیں۔ آپ کی تنظیموں کا افراد جماعت سے یا ذیلی تنظیموں کے ممبران جو ہیں، خدام سے، لجنہ سے، انصار سے، ان کا جتنا رابطہ ہوگا، اتنا زیادہ اثر ہوگا۔ مربیان ان سے تعلق رکھنے کا اپنے آپ کو جتنا زیادہ وقت دیں گے اتنا زیادہ اثر ہوگا۔ یہ تو ایک مسلسل کوشش ہے اور یہ جاری رکھنی ہے۔ اس کیلئے کوئی Hard and fast فارمولا نہیں بنایا جاسکتا۔ ہر ایک کے حالات کے مطابق، ہر ایک شخص کی نفسیات کے مطابق یہ فیصلے کرنے ہوں گے اور آپ نوجوان مربیان پہ یہی Trust کیا گیا ہے کہ آپ لوگ جو وہاں کے پڑھے لکھے ہیں وہ زیادہ بہتر طور پہ یہ تربیت کا کام کر سکتے ہیں۔ اگر آپ کی اپنی تربیت صحیح ہو جائے گی اور جیسا کہ میں نے شروع میں کہہ دیا تھا کہ تعلق باللہ پیدا ہو جائے گا تو پھر آپ دیکھیں گے کہ آپ لوگ انقلاب لانے والے بھی بن جائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ اور مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ نوجوان مربیان اگر ایک عزم سے اٹھیں گے تو ایک انقلاب پیدا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ آپ لوگ یہاں کے ماحول میں پلے بڑھے ہیں۔ پہلے تو ہوتا تھا کہ کوئی پاکستان سے آیا، کوئی باہر سے مربیان آئے، ان کو صحیح طرح سے پتہ نہیں تھا، زبان پہ پوری طرح گرفت نہیں تھی۔ آپ کو تو زبان پہ بھی پوری طرح Grasp ہے، Comprehension ہے اور اس کو آپ اچھی طرح ادا کر سکتے ہیں۔ یہاں کے ماحول میں رہے ہوئے ہیں، ماحول کا بھی پتہ ہے۔ اسی طرح آپ لوگ خود نئے نئے راستے Explore کریں کہ کس طرح ہم نے ان کی تربیت کرنی ہے، کس طرح ان کو Attach کرنا ہے، کس طرح ہم نے نئی نسل کو ضائع ہونے سے بچانا ہے۔

سوال اسی Virtual ملاقات مورخہ 15 / نومبر 2020ء میں ایک مربی صاحب نے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ بعض دوسری قومیں جو جماعت احمدیہ میں شامل ہو رہی ہیں، وہ جماعت کے علم الکلام سے تو بہت متاثر ہوتی ہیں لیکن جماعتی نظام اور خصوصاً مالی قربانی میں وہ پوری طرح شامل نہیں ہو پاتیں اور مقامی جماعت کے ساتھ بھی ان کے مستحکم رابطے نہیں ہو پاتے، اس بارے میں حضور انور کی خدمت میں راہ نمائی کی درخواست ہے؟ اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

جواب بات یہ ہے کہ جماعتی نظام کو بھی ان کیلئے اتنا مشکل نہ کریں۔ اسی لیے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے شروع میں یہی کہا تھا، اور ان سے پہلے بھی خلفاء یہی کہتے رہے اور مَیں بھی یہی کہتا ہوں کہ جو نئے آنے والے نومبائعین ہیں وہ جب آتے ہیں اور آپ کے ساتھ شامل ہوتے ہیں تو ان کو پہلے تین سال کے عرصہ میں سمجھائیں کہ سسٹم کیا ہے نہ کہ ان سے اس طرح سلوک کریں کہ وہ کوئی ولی اللہ ہیں یا صحابہ کی اولاد میں سے ہیں یا پیدائشی احمدی ہیں۔ پیدائشی احمدی تو بلکہ کم جانتے ہیں وہ جو نئے آنے والے ہیں وہ دینی علم بھی آپ سے زیادہ جانتے ہیں۔ اکثر میں نے دیکھا ہے جو صحیح طرح سوچ سمجھ کے جماعت میں شامل ہوتا ہے وہ نمازوں کی طرف بھی توجہ دینے والا زیادہ ہوتا ہے، وہ استغفار کرنے والا بھی ہوتا ہے، وہ تہجد پڑھنے والا بھی ہوتا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں کو سمجھنے کی کوشش بھی کرنے والا ہوتا ہے۔ تو بہر حال ہمارا یہ کام نہیں کہ جو بھی شامل ہوتا ہے اس کو پہلے دن سے ہی (تمام چیزوں کا پابند) کریں۔ اسی لیے تین سال کیلئے ان کے اوپر چندہ کا نظام لاگو نہیں کیا جاتا ہے۔ تین سال کا عرصہ ان کی ٹریننگ کا ہوتا ہے تا کہ اس میں تربیت ہو جائے۔ ان کو بتائیں کہ یہ جماعت کا نظام ہے لیکن تم ابھی نئے ہو تم اس کو پہلے غور سے دیکھو، سمجھو۔ لیکن پھر مثلاً مالی قربانی ہے، اللہ تعالیٰ نے کیونکہ مالی قربانی کی طرف توجہ دلائی ہے تو تم وقف جدید اور تحریک جدید کا چندہ جو ہے اس میں جتنی تمہاری حیثیت ہے تم دے سکتے ہو چاہے سال کا ایک یورو دو تا کہ تمہیں احساس پیدا ہو کہ جماعت سے تمہاری کوئی Attachment ہے۔ اسی طرح نمازوں کے بارے میں ان کو بتائیں کہ نماز سیکھو۔ اب جب غیر مسلموں سے ایک مسلمان ہوتا ہے، احمدی مسلمان ہوتا ہے۔ اس کو سورت فاتحہ سکھانی شروع کریں۔ جب اس کو سورت فاتحہ آجائے، یاد ہو جائے۔ تو جب نماز اس نے پڑھنی ہے تو نماز کے فرائض اس کو بتائیں کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے نماز فرض کی ہے۔ پہلی بنیادی چیز تو نماز ہے ناں؟ تو نماز اللہ تعالیٰ نے جب فرض کی ہے تو اس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ سورت فاتحہ پڑھنی ضروری ہے۔ نماز کی جو بنیادی چیز ہے وہ سورت فاتحہ ہے۔ اور سورت فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی اس لیے اس کو پہلے سورت فاتحہ یاد کرائیں۔ پھر اس کو کہیں کہ اچھا تم ترجمہ یاد کرو۔ یا اسے کہہ دیں کہ تم ترجمہ یاد کرلو تا کہ جو بالجہر نمازیں ہیں ان میں جب امام سورت فاتحہ پڑھ رہا ہے تو ساتھ ساتھ تمہیں دل میں پتہ لگتا رہے کہ امام کیا پڑھ رہا ہے۔ پھر اس کو خود شوق پیدا ہوگا کہ سورت فاتحہ یاد کرلے۔ یہاں کئی انگریز احمدی ہوئے ہیں مَیں نے ان کو دیکھا ہے کہ انہوں نے بڑے شوق سے اسے یاد کیا۔ یا کسی بھی ملک کے میرے سے جو کوئی بھی ملتے ہیں ان کو جب میں کہتا ہوں تو وہ سورت فاتحہ یاد کرتے ہیں اور بڑی اچھی طرح اللہ کے فضل سے یاد کر لیتے ہیں اور سمجھتے بھی ہیں۔ تو تین سال کا عرصہ ان کو ایک ٹریننگ دینے کا عرصہ ہے۔ جب ان کی تین سال میں وہ ٹریننگ ہو جائے گی تو پھر ان کو جماعت کے سسٹم میں Integrate ہونا مشکل نہیں لگے گا۔

اگر آپ پہلے دن سے ان سے توقع رکھیں کہ وہ ولی اللہ بن جائیں تو وہ نہیں ہوسکتا۔ (یہ توقع رکھنا) پھر آپ لوگوں کا قصور ہے۔ تین سال کا عرصہ رکھا ہی اس لیے گیا ہے کہ نہ ان سے چندہ لینا ہے، نہ ان کو زیادہ زور دینا ہے۔ ان کی صرف تربیت کرنی ہے کہ جماعت کا نظام کیا ہے۔ اور نہ ان کی Harshly تربیت کرنی ہے بلکہ پیار سے، محبت سے سمجھانا ہے کہ نماز کیا چیز ہے؟ نماز کیوں فرض ہے؟ نماز پڑھو۔ تم ایک نماز پڑھو گے، دو پڑھو گے، تین پڑھو گے چار پڑھو گے۔ جو پکا مومن ہے اس پر پانچ نمازیں فرض ہیں اور اس کی وجوہات کیا ہیں؟ نماز جب پڑھتے ہیں اس کی حکمت کیا ہے؟ تو علم الکلام سے جو متاثر ہوتے ہیں ان کو پھر نماز کی حکمت سمجھائیں۔ اگر اس میں اتنی عقل ہے کہ اس کو علم الکلام کی باتیں پتہ لگ گئیں۔ فلسفہ پتہ لگ گیا۔ گہرائی پتہ لگ گئی۔ تو پھر اس کو یہ کہنا کہ نماز نہیں پڑھو گے تو جہنم میں چلے جاؤ گے۔ یہ نہیں کہنا اس کو۔ اس کو پیار سے یہ کہیں کہ نماز کی حکمت کیا ہے۔ پانچ نمازیں کیوں فرض کی گئی ہیں۔ جب اس کو حکمت سمجھ آجائے گی تو آپ سے زیادہ نمازیں پڑھنے لگ جائے گا۔ مَیں نے تو تجربہ کر کے یہی دیکھا ہے۔ اسی طرح چندہ ہے۔ چندے کی حکمت کیا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ پہ ایمان کی حکمت کیا ہے؟ تو صرف علم الکلام سے متاثر ہونا بات نہیں ہے اس علم الکلام کو ہی لے کے آگے اس کو حکمت سمجھائیں۔ جس علم الکلام سے وہ متاثر ہوئے ہیں اسی علم الکلام کو ذریعہ بنائیں۔ مثلاً ’’اسلامی اصول کی فلاسفی‘‘ ہے۔ لوگ متاثر ہو کر اسے پڑھتے ہیں۔ اب ’’اسلامی اصول کی فلاسفی‘‘ سے ہی اللہ تعالیٰ کے وجود کا پتہ لگ جاتا ہے۔ ’’اسلامی اصول کی فلاسفی‘‘ سے ہی عبادت کی حقیقت پتہ لگ جاتی ہے۔ ’’اسلامی اصول کی فلاسفی‘‘ سے ہی قربانی کا معیار پتہ لگ جاتا ہے۔ ’’اسلامی اصول کی فلاسفی‘‘ سے ہی جنت اور دوزخ کا نظریہ پتہ لگ جاتا ہے۔ تو یہ ساری چیزیں جب ان کے علم الکلام سے ہی ان کو سمجھائیں گے تو ان کو سمجھ آجائے گی۔ تو آپ جو بات کر رہے ہیں اس کی دلیل تو آپ کے پاس خود موجود ہے اسی دلیل کو استعمال کریں۔

(ظہیر احمد خان، مربی سلسلہ، انچارج شعبہ ریکارڈ دفتر پی ایس لندن)
(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 10 / ستمبر 2021)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا ✲ نور ہے نور اُٹھو دیکھو سنایا ہم نے
اور دِینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا ✲ کوئی دِکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے

طالب دعا: برہان الدین چراغ ولد چراغ الدین صاحب مرحوم مع فیملی، افراد خاندان و مرحومین، ننگل باغبانہ، قادیان

نماز جنازہ غائب

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 11/اکتوبر 2021ء بروز سوموار 12 بجے دوپہر اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں اپنے دفتر کے باہر تشریف لاکر درج ذیل مرحومین کی نماز جنازہ حاضر وغائب پڑھائی۔

نماز جنازہ حاضر

☆مکرمہ گوہر سُلطانہ صاحبہ اہلیہ مکرم فضل الرحمٰن خان صاحب مرحوم (سابق امیر جماعت احمدیہ راولپنڈی، حال یو.کے)

7/اکتوبر 2021ء کو 79 سال کی عُمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ مرحومہ مکرم ڈاکٹر محمد زُبیر صاحب آف پارہ چنار کی بیٹی تھیں۔ انتہائی نیک، دعا گو، دیندار، نماز روزہ کی پابند، قُرآنِ کریم کی باقاعدہ تلاوت کرنے والی اور خلافت کیساتھ اخلاص و وفا کا تعلق رکھنے والی بزرگ خاتون تھیں۔ آپ کے شوہر جب امیر ضلع راولپنڈی تھے تو آپ نے ہمہ وقت ان کی ہر معاملہ میں خدمت اور سپورٹ کی۔ اپنے حلقہ میں لجنہ کی سیکرٹری خدمت خلق کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ گھر میں کام کرنے والے ملازمین کا بہت خیال رکھا کرتی تھیں۔ 2005ء میں جب پاکستان میں زلزلہ آیا تو لجنہ ممبرات کے ساتھ ملٹری ہسپتال جاکر مریضوں کی تیمارداری اور خدمت کرتی رہیں۔ بہت باہمت خاتون تھیں۔ کینسر کی مریضہ تھیں لیکن آخری وقت تک بہت ہمت اور حوصلہ سے اسکا مقابلہ کیا۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں 4 بیٹے اور 2 بیٹیاں اور متعدد پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں شامل ہیں۔ آپ کے ایک بیٹے مکرم عطاء القدوس صاحب آجکل ریجنل امیر اسلام آباد (یو کے) کے طور پر اور ایک بیٹے مکرم ڈاکٹر حبیب الرحمان صاحب بحیثیت صدر جماعت ریجائنا (کینیڈا) خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔

نماز جنازہ غائب

(1) مکرم عبدالمنان قریشی صاحب
ابن مکرم قریشی عبداللطیف صاحب (کینیڈا)

13/جنوری 2019ء کو 89 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ مرحوم جماعت کینیڈا کے ابتدائی ممبران میں سے تھے۔ مانٹریال میں آپ کا گھر جماعت کا سب سے پہلا نماز سنٹر تھا۔ آپ نہایت خوش مزاج، خوش اخلاق، مہمان نواز، ضرورت مندوں کا خیال رکھنے والے ایک ہمدرد اور مخلص انسان تھے۔ خلافت کے ساتھ عقیدت کا گہرا تعلق تھا۔ تمام مالی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے تھے۔ مرحوم موصی تھے۔ آپ کے ایک بیٹے مکرم عبدالماجد قریشی صاحب بطور لوکل امیر جماعت Mississauga اور دوسرے بیٹے مکرم عبد الرزاق قریشی صاحب بطور ریجنل امیر Atlantic (کینیڈا) خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ آپ مکرم فرحان احمد حمزہ قریشی صاحب (مربی سلسلہ، جامعہ احمدیہ کینیڈا) کے دادا تھے۔

(2) مکرم ڈاکٹر محمد زبیر خان رانا صاحب
ابن چوہدری محمد یعقوب صاحب (بورن متھ، یو.کے)

23 اگست 2021ء کو 83 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ 1967ء میں یو کے آئے۔ مرحوم FRCP ڈاکٹر تھے۔ آپ کو بہت سے احمدی ڈاکٹروں کی اس شعبے میں مدد اور راہنمائی کی توفیق ملی۔ 6 سال تک آپ احمدیہ مسلم ڈاکٹرز ایسوسی ایشن (یو کے) کے صدر رہے۔ 1990ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے ارشاد پر آپ نے غانا اور چند دیگر افریقن ممالک کا دورہ کیا تاکہ وہاں پر قائم میڈیکل سنٹرز کو سپورٹ کر سکیں۔ ہیومینٹی فرسٹ کے تحت 2004ء میں انڈونیشیا اور 2005ء میں کشمیر اور پاکستان کے زلزلہ کے بعض کیمپوں میں خدمت کی توفیق پائی۔ مرحوم کو ایک مرتبہ حج بیت اللہ اور تین مرتبہ عمرہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ بورن متھ میں لمبا عرصہ بطور صدر جماعت خدمت کی توفیق پائی۔ مرحوم انتہائی نیک، دیندار، نماز و روزہ کے پابند اور خلافت کے ساتھ اخلاص و وفا کا تعلق رکھنے والے بزرگ تھے۔ مرحوم اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔ آپ مکرم خالد سیف اللہ خان صاحب مرحوم سابق نائب امیر جماعت آسٹریلیا کے بھائی تھے۔

(3) مکرمہ فرحت وڑائچ صاحبہ
اہلیہ مکرم چودھری عبدالقدوس صاحب مرحوم (کینیڈا)

3/ستمبر 2021ء کو 87 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ آپ کے میاں 25 سال سندھ میں جماعتی سٹیٹس میں بطور مینیجر کام کرتے رہے۔ مرحومہ کو مختلف مجالس میں صدر لجنہ کے طور پر خدمت کی توفیق ملی۔ شوہر کی وفات کے بعد 1991ء میں چاروں بیٹوں کو لے کر کینیڈا چلی گئیں۔ قرآن کریم سے عشق تھا۔ ہمیشہ بچوں کو قرآن کریم پڑھانے کا سلسلہ جاری رکھا۔ صوم وصلوٰۃ کی پابند، تہجد گزار، نہایت دعا گو، متوکل علی اللہ اور خلفاء کی ہر تحریک پر لبیک کہنے والی ایک مخلص خاتون تھیں۔ خلافت سے بے انتہا عشق تھا۔ آپ مکرم عبدالحمید وڑائچ صاحب (صدر مجلس انصار اللہ کینیڈا) کی والدہ اور مکرم چودھری نصیر احمد صاحب (سیکرٹری مجلس کارپرداز ربوہ) کی ساس تھیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔

(4) مکرم تنویر احمد خان صاحب
ابن مکرم محمد صدیق خان صاحب (اسلام آباد)

6/ستمبر 2021ء کو بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ آپ نے ربوہ، لاہور اور اسلام آباد میں متعدد تنظیمی اور جماعتی عہدوں پر خدمت کی توفیق پائی۔ حلقہ کیولری گراؤنڈ لاہور میں سیکرٹری وقف نو کی حیثیت سے بھرپور کام کیا اور اس حلقہ کو ایک مثالی حلقہ بنایا۔ ملازمت کے بعد کمپنی سے ریٹائر ہوئے تو جو رقم ملی اسکا دسواں حصہ یہ کہہ کر سیکرٹری مال کو بھجوا دیا کہ باقی کام تو ہوتے رہیں گے سب سے پہلے خدا تعالیٰ کا حصہ الگ کرنا لازم ہے۔ تہجد اور نمازوں میں باقاعدہ تھے اور بچوں کو بھی ہمیشہ بار بار اسکی تلقین کرتے رہتے تھے۔ اپنی بہوؤں کے ساتھ ہمیشہ بیٹیوں والا سلوک رکھا۔ مربیان سلسلہ اور واقفین زندگی کا بہت احترام کرتے تھے۔ آپ بہت سی خوبیوں کے مالک ایک نیک، مخلص اور انتہائی محنتی، خوش مزاج، ہنس مکھ اور دلی ہمدردی رکھنے والے شفیق وجود تھے۔ مرحوم اللہ کے فضل سے موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ 5 بیٹے شامل ہیں۔ آپ کے ایک بیٹے مکرم احسان احمد خان صاحب مربی سلسلہ آج کل ریسرچ سیل ربوہ میں خدمت بجالا رہے ہیں۔

(5) مکرم اکرام اللہ صاحب
ابن مکرم احسان اللہ صاحب (ربوہ)

25/ستمبر 2021ء کو 75 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ مرحوم ایک نیک مخلص اور باوفا انسان تھے۔ باجماعت نمازوں اور چندوں کی ادائیگی میں ہمیشہ مستقل مزاج رہے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ تین بیٹے اور چار بیٹیاں شامل ہیں۔ آپ کے بڑے بیٹے مکرم عطاء الکریم صاحب واقف زندگی ہیں اور اس وقت نائب وکیل المال اول تحریک جدید کے طور پر خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ آپ مکرم ڈاکٹر سمیع اللہ طاہر صاحب (واقف زندگی، احمدیہ مسلم ہسپتال لیگوس، نائیجریا) کے بھائی تھے۔

(6) مکرم ملک تنویر احمد خان صاحب
(سابق کارکن کمیٹی کفالت یکصد یتامیٰ ربوہ)

یکم اپریل 2021ء کو 70 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ پنجوقتہ نمازوں کے پابند، تہجد گزار، دعا گو، سادہ مزاج، خاموش طبع، نفاست پسند ایک نیک، مخلص اور باوفا انسان تھے۔ جماعتی کاموں کو پوری محنت اور دیانت داری سے سرانجام دیتے تھے۔ خلافت کے حقیقی عاشق تھے۔ کفایت شعاری آپ کا اعلیٰ خلق تھا۔ آپ نے اولاد کی بہترین تربیت کی۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ چار بیٹیاں اور دو بیٹے شامل ہیں۔

(7) مکرمہ علیم النساء صاحبہ (Hannover، جرمنی)

19/اکتوبر 2019ء کو 84 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ ایک نیک مخلص اور باوفا خاتون تھیں۔ مرحومہ باقاعدگی کے ساتھ اپنا چندہ ادا کرتی تھیں اور اللہ کے فضل سے موصیہ تھیں۔

(8) مکرم نذیر احمد چٹھہ صاحب
(چک نمبر 5، احمد آباد، گلارچی، سندھ)

21 ستمبر 2021ء کو 90 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ مرحوم بہت سی خوبیوں کے مالک، صوم وصلوٰۃ کے پابند ایک نیک، مخلص اور باوفا انسان تھے۔ خلافت سے گہرا عقیدت اور محبت کا تعلق تھا۔ مرحوم اللہ کے فضل سے موصی تھے۔ آپ مکرم غلام احمد خادم صاحب (مربی سلسلہ۔ نارتھ ویلز) کے والد تھے۔

(9) مکرمہ سیدہ رفیقہ بیگم صاحبہ
اہلیہ مکرم محمد رشید قریشی صاحب مرحوم (لاہور)

24/ستمبر 2021ء کو 82 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ مرحومہ نہایت ہمدرد، خوش اخلاق، نمازوں کی پابند، خدمت خلق کے جذبہ سے سرشار ایک نیک اور مخلص خاتون تھیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں اور حصہ جائیداد اپنی زندگی میں ہی ادا کر دیا تھا۔

(10) مکرم محمد سلیم اختر صاحب (جرمنی)

14/جون 2021ء کو 62 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ باقاعدگی سے قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے، چندوں میں باقاعدہ، بہت سی خوبیوں کے مالک ایک نیک اور مخلص انسان تھے۔ مرحوم موصی تھے۔

(11) مکرم ملک بشیر احمد صاحب (عرف باؤ) ابن مکرم ملک عزیز احمد صاحب مرحوم (سابق اکاؤنٹنٹ رائس ملز احمد نگر و شہاب رائس ملز ربوہ)

7/اکتوبر 2021ء کو بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ آپ ربوہ کے پرانے مکینوں میں سے تھے۔ ربوہ میں اپنے محلہ کے امام الصلوٰۃ کے علاوہ مختلف عہدوں پر خدمت کی توفیق پائی۔ مرحوم موصی تھے۔ آپ کے بیٹے مکرم ملک غلام احمد صاحب (مربی سلسلہ) غانا میں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔

(12) مکرمہ منصورہ بیگم صاحبہ (اہلیہ مکرم چودھری رفیق احمد صاحب کاہلوں، ضلع میرپور خاص، سندھ)

28/اگست 2021ء کو بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ مرحومہ بے حد خوبیوں کی مالک، صوم وصلوٰۃ کی پابند، انتہائی نرم مزاج، غریب پرور، کثرت سے صدقہ وخیرات کرنے والی ایک نیک خاتون تھیں۔ خلافت سے والہانہ عقیدت کا تعلق تھا۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ آپ مکرم نصیر الدین انجم صاحب (مربی سلسلہ ربوہ) کی بہن تھیں۔

(13) مکرم اعجاز اللہ صاحب ابن مکرم احسان اللہ صاحب (میونسپل کالونی، جڑانوالہ)

9/مئی 2021ء کو 70 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ مرحوم نے 1990ء سے 2019ء تک بطور صدر و امیر جماعت جڑانوالہ خدمت کی توفیق پائی۔ پنجوقتہ نمازوں کی ادائیگی اور تہجد کی باقاعدگی کیلئے ہمیشہ کوشاں رہتے۔ انتہائی سادہ اور دھیمے مزاج کے حامل انسان تھے۔ چندہ جات میں باقاعدہ اور مالی قربانی میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔ خلافت کی دل سے اطاعت کرنے والے ایک عاجز اور مخلص انسان تھے۔ جڑانوالہ میں بیت النور کیلئے پلاٹ عطیہ کرنے کی توفیق پائی۔ شروع میں سب سے پہلے گھر میں ڈش لگوائی اور تقریباً تمام احباب ان کے گھر میں ہی خطبہ جمعہ سنتے تھے۔ اس وجہ سے شرپسندوں نے ایک بار ان پر حملہ بھی کیا جس سے آپ زخمی ہو گئے۔

(14) مکرم محمد امیر صاحب
ابن مکرم غلام محمد صاحب (ربوہ)

22/اپریل 2021ء کو 85 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ مرحوم اپنی فیملی میں پہلے احمدی تھے۔ احمدیت قبول کرنے کی وجہ سے آپ کو سخت مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ تہجد، پنجوقتہ نمازوں اور قرآن کریم کی تلاوت میں باقاعدہ تھے۔

(15) مکرمہ سلیمہ طاہر صاحبہ
اہلیہ مکرم سمیع اللہ خان صاحب (ربوہ)

8،9/ستمبر 2021ء کی درمیانی رات کو بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ شادی سے پہلے اپنے محلہ کی سیکرٹری تحریک جدید کے ساتھ بطور اسسٹنٹ بڑے اخلاص کے ساتھ چندہ اکٹھا کیا کرتی تھیں۔ لجنہ ہال ربوہ میں وقف عارضی کی بھی توفیق پائی۔ قرآن کلاس میں باقاعدگی سے شرکت کرتی تھیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور انہیں اپنے پیاروں کے قرب میں جگہ دے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کی خوبیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق دے۔ آمین۔

......☆......☆......☆......

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند ✧ ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے
یونہی غفلت کے لحافوں میں پڑے سوتے ہیں ✧ وہ نہیں جاگتے سَو بار جگایا ہم نے

طالب دعا: آٹو ٹریڈرز (16 مینگو لین کلکتہ 70001) دکان: 2248-5222 رہائش: 2237-8468

قرآن مجید کا محافظ اللہ تعالیٰ ہے

(قرآن مجید کی 26 آیات پر اعتراضات کے جوابات)

محمد حمید کوثر، ناظر دعوت الی اللہ مرکزیہ شمالی ہند قادیان

(قسط:9)

اعتراض آیت نمبر:2(c)

وَاِذَا ضَرَبۡتُمۡ فِی الۡاَرۡضِ فَلَیۡسَ عَلَیۡکُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَقۡصُرُوۡا مِنَ الصَّلٰوۃِ ٭ۖ اِنۡ خِفۡتُمۡ اَنۡ یَّفۡتِنَکُمُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ؕ اِنَّ الۡکٰفِرِیۡنَ کَانُوۡا لَکُمۡ عَدُوًّا مُّبِیۡنًا (سورۃ النساء، سورۃ نمبر 4 آیت نمبر 102) **ترجمہ:** اور جب تم زمین میں (جہاد کرتے ہوئے) سفر پر نکلو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم نماز قصر کرلیا کرو، اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ہے تمہیں آزمائش میں ڈالیں گے۔ یقیناً کافر تمہارے کھلے کھلے دشمن ہیں۔

وضاحت: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ حکم دیا کہ جب وہ حالت جنگ اور میدان جنگ میں ہوں اور اس کیلئے وہ زمین میں مسافر کی حالت میں ہوں تو انکو اجازت دی گئی ہے کہ اپنی نماز قصر کرلیا کریں۔ یعنی ظہر کی دو رکعت عصر کی دو رکعت اور عشاء کی دو رکعت پڑھ لیا کریں اور ایک اور موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے ایسی حالت میں صلوٰۃ الخوف ایک خاص کیفیت میں ادا کرنے کی اجازت دی ہے اور اسکا مقصد اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ تم نماز کی ادائیگی میں مستغرق ہو اور دشمن کی طرف تمہاری توجہ نہ ہو اور وہ تمہیں کوئی ضرب اور نقصان پہنچا جائیں۔ بایں وجہ اللہ تعالیٰ نے حالت جنگ میں سفر کرنے کی صورت میں نمازیں قصر کرنے اور بوقت ضرورت صلوٰۃ الخوف ادا کرنیکی اجازت دی ہے۔ سلیم العقل رکھنے والے انسان کی فہم وادراک سے بالا ہے کہ درخواست دہندہ کو اس صاف اور صریح آیت پر کیا اعتراض ہے؟ بہرحال یہ ایک اصولی تعلیم ہے اور قیامت تک رہنے والی تعلیم ہے جب کسی زماں ومکاں میں اسکی ضرورت پیش آئے تو اسپر عمل کیا جائے گا عمومی حالات میں اسپر عمل نہیں کیا جاتا۔

مذکورہ بالا آیت کے آخر میں ذکر ہے کہ ''اِنَّ الۡکٰفِرِیۡنَ کَانُوۡا لَکُمۡ عَدُوًّا مُّبِیۡنًا'' یقیناً کافر تمہارے کھلے کھلے دشمن ہیں۔ شاید معترض ان الفاظ سے یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہے ہیں کہ ''کافر تمہارے کھلے کھلے دشمن ہیں۔'' سے مراد یہ ہے کہ ہر وہ انسان جو مسلمان نہیں وہ کافر ہے اور وہ مسلمانوں کا دشمن ہے۔

اگر اس مغالطہ میں مبتلاء کرنے کی کوشش کی جارہی ہے تو یہ کوششیں نہ صرف قابل تردید بلکہ قابل مذمت ہیں۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ جو اسلام کا انکار کر کے اُس کو صفحہ ہستی سے نابود کرنے کی کوششیں کرتے ہیں اور تمہیں صحیح طور پر نماز بھی ادا نہیں کرنے دیتے وہ تمہارے کھلے کھلے دشمن ہیں۔ اس ضمن میں ایک مثال تحریر ہے کہ سن 5 ھجری بمطابق فروری مارچ 627ء کفار کا لشکر جس میں دس ہزار سے لے کر پندرہ ہزار تک عسکری تھے مدینہ کے مسلمانوں کو نیست ونابود کرنے کیلئے مدینہ کے باہر پہنچ گیا۔ مسلمانوں نے اپنے دفاع کیلئے ایک خندق کھودی تا کہ کفار اُسے عبور نہ کرسکیں اور مدینہ اُن کے اچانک حملہ سے محفوظ رہے۔ مسلمانوں نے اپنے بچاؤ اور حفاظت کیلئے حسب الاستطاعت تیاری کی۔

اس دوران ایک موقعہ ایسا آیا کہ مسلمان عصر کی نماز وقت پر ادا نہ کرسکے۔ یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ نے نماز عصر سورج غروب ہونے کے بعد ادا کی اسکے بعد مغرب کی نماز ادا کی۔

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ غزوہ خندق کے روز نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دیا جنہوں نے سورج غروب ہوجانے تک ہمیں نماز عصر نہ ادا کرنے دی۔
(بحوالہ صحیح بخاری، ابواب المغازی، باب غزوۃ الخندق)

حاصل کلام یہ کہ آیت مذکورہ میں خاص طور پر ان کافروں کی عداوت کا ذکر ہے جو مسلمانوں کو بروقت نماز ادا کرنے میں روک بنتے تھے۔

اعتراض آیت نمبر:2(e)

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِاٰیٰتِنَا سَوۡفَ نُصۡلِیۡہِمۡ نَارًا ؕ کُلَّمَا نَضِجَتۡ جُلُوۡدُہُمۡ بَدَّلۡنٰہُمۡ جُلُوۡدًا غَیۡرَہَا لِیَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَزِیۡزًا حَکِیۡمًا (سورۃ النساء، سورۃ نمبر 4 آیت نمبر 57) **ترجمہ:** یقیناً وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیات کا انکار کیا ہے ہم انہیں آگ میں داخل کریں گے۔ جب کبھی ان کے چمڑے گل جائیں گے ہم انہیں بدل کر دوسرے چمڑے دے دیں گے تا کہ وہ عذاب کو چکھیں۔ یقینا اللہ کامل غلبہ والا (اور) صاحبِ حکمت ہے۔

وضاحت: قرآن مجید میں انسان کی پیدائش کا یہ مقصد بتایا گیا ہے کہ وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ (سورۃ الذاریات، سورۃ نمبر 51 آیت نمبر 57) **ترجمہ:** اور میں نے جن وانس کو پیدا نہیں کیا مگر اس غرض سے کہ وہ میری عبادت کریں۔

پھر فرمایا: الَّذِیۡ خَلَقَ الۡمَوۡتَ وَالۡحَیٰوۃَ لِیَبۡلُوَکُمۡ اَیُّکُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ؕ وَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡغَفُوۡرُ (سورۃ الملک، سورۃ نمبر 67 آیت نمبر 3) **ترجمہ:** وہی جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل کے اعتبار سے بہترین ہے۔ اور وہ کامل غلبہ والا (اور) بہت بخشنے والا ہے۔

پھر فرمایا: وَہَدَیۡنٰہُ النَّجۡدَیۡنِ (سورۃ البلد، سورۃ نمبر 90 آیت نمبر 11) **ترجمہ:** اور ہم نے اُسے دو مرتفع راستوں کی طرف ہدایت دی۔ نیز فرمایا: فَاَلۡہَمَہَا فُجُوۡرَہَا وَتَقۡوٰىہَا (سورۃ الشمس، سورۃ نمبر 91 آیت نمبر 9) **ترجمہ:** پس اُسکی بے اعتدالیوں اور اسکی پرہیز گاریوں (کی تمیز کرنے کی صلاحیت) کو اس کی فطرت میں ودیعت کیا۔

اسکی مزید وضاحت یہ ہے کہ ہر انسان کا اپنی ماں کی کوکھ میں جسم تیار ہوتا ہے پھر وہ جنم لیکر اس دنیا میں آتا ہے اس دنیا میں کوئی انسان یہ نہیں بتا سکتا کہ وہ اپنی ماں کی کوکھ میں آنے سے پہلے کہاں تھا اور کیسا تھا۔ اور پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسانی زندگی دو چیزوں سے مرکب ہے ایک اسکا جسم دوسری اسکی روح (آتما) اور جب اسکی روح جسم سے نکل جاتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ اسکی موت ہوگئی اور موت کے بعد بہت سے اہل مذاہب اسکے مردہ جسم کو جلتے ہوئے انگاروں میں جلا کر راکھ کر دیتے ہیں ایک منظر نضجت جلودھم کا یہاں نظر آجاتا ہے اور کچھ اہل مذاہب اس جسم کو قبر کے حوالے کر کے خاک بنا دیتے ہیں جہاں اسکے جسم کو زمینی کیڑے مکوڑے کھا کر معدوم کر دیتے ہیں اور نضجت جلودھم اس طرح بھی پورا ہو رہا ہوتا ہے اسکے بعد اسکی روح اس جگہ واپس چلی جاتی ہے جہاں سے وہ آئی تھی اور اگر اس دنیا میں اس نے اپنی زندگی خود اپنے مالک وخالق کی تعلیمات کے مطابق گزاری ہوگی تو اسکا اگلا سفر جنت میں روحانی مدارج کے حصول کیلئے شروع ہوجاتا ہے۔ جس نے اس دنیا میں گناہ، پاپ، بدیاں، ظلم کا ارتکاب کیا ہوگا اس کو اسکے گناہوں کی سزا دینے کیلئے جہنم کی طرف بھجوا دیا جاتا ہے جہاں اسکے گناہوں کی سزا کے بعد اسکو جہنم سے نکال کر جنت کے ابتدائی مدارج کی طرف سفر کیلئے بھجوا دیا جاتا ہے چنانچہ اس بارے میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب رضی اللہ عنہ (1889-1965) فرماتے ہیں ''انسان ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا بلکہ جس طرح ماں کے پیٹ میں کچھ عرصہ کیلئے رہتا ہے اس طرح کچھ عرصہ کیلئے وہ دوزخ میں رہے گا پھر باہر کی کھلی ہوا یعنی جنت میں آجائے گا۔ اسی طرح حدیث میں رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں: یاتی علی جھنم زمان لیس فیھا احد و نسیم الصبا تحرك ابوابھا
(تفسیر معالم التنزیل زیر آیت فَاَمَّا الَّذِیۡنَ شَقُوۡا: ھود: 107/11)

یعنی جہنم پر ایک ایسا زمانہ آئیگا کہ اس میں کوئی شخص نہیں ہوگا اور ہوا اسکے دروازوں کو کھٹکھٹائیگی اس حدیث سے بھی اس قرآنی آیت کی تصدیق ہوتی ہے۔''
(تفسیر صغیر حاشیہ صفحہ 844)

اس دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ قاتل، چور، ڈاکو، زنا کار کو جیل کی سزائیں دی جاتی ہیں اور ان میں سے بعض کو پھانسی کی سزا گلے میں رسا اور پھندا ڈال کر تختے پر لٹکا کر دی جاتی ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں کیا جاتا ہے؟ اسکے جواب میں یہی کہا جائے گا کہ اس کو اُسکے جرم کی سزا کا مزا چکھانے کیلئے۔ اسی سے اندازہ لگا لیں کہ اس آیت میں یہ جو ذکر ہے کہ جب کبھی اُنکے چمڑے گل جائیں گے ہم انہیں بدل کر دوسرے چمڑے دے دینگے تا کہ وہ عذاب چکھیں۔ گناہوں کا عذاب چکھانے کیلئے قرآن مجید میں یہ الفاظ آئے ہیں مگر قرآن مجید اور احادیث سے یہ بھی علم ہوتا ہے کہ جہنم سے ایک دن سب رہائی پا جائیں گے۔

اس حقیقت کو بیان کرنے کے بعد اس آیت پر کوئی اعتراض باقی نہیں رہتا بلکہ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر انسان کو مذکورہ آیت سے عبرت اور نصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے مقصد حیات کو سمجھ کر ایسی زندگی گزارنے کی توفیق دے جو رضائے الٰہی کے حصول کیلئے ہو۔ آمین۔ (باقی آئندہ)

......☆............☆............☆......

تقریب رخصتانہ ودرخواست دعا

جملہ احباب جماعت کو بڑی مسرت کے ساتھ طلاع دی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بے انتہا فضل اور رحم کے ساتھ مورخہ 12 / جولائی 2021 بروز دوشنبہ خاکسار کی دختر نیک اختر عزیزہ سیدہ اِفراء حکیم کا نکاح عزیزم انجینئر الطاف احمد صاحب آف بنگلور کے ساتھ سنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق انعقاد پذیر ہوا، الحمد للہ ثم الحمد للہ۔ مکرم مولانا کے۔ وِی۔ محمد طاہر صاحب مبلغ انچارج جماعت احمدیہ کی صدارت میں یہ مبارک تقریب عمل میں آئی۔ تلاوت قرآن مجید مکرم ڈاکٹر سید بشیر الدین حکیم صاحب نے کی اور ترجمہ پیش کیا اسکے بعد جناب سلیم احمد صاحب آف منگلور نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعائیہ اشعار بڑی خوش الحانی سے پیش کئے۔ اسکے بعد خاکسار نے سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی کتاب خطبات نکاح سے چند اہم ارشادات حاضرین کو سنائے اسکے بعد مکرم مولانا کے۔ وِی۔ محمد طاہر صاحب نے نکاح کی اہمیت وبرکات پر خطبہ دیا اور ایجاب وقبول کے بعد اجتماعی دعا کروائی۔ الحمد للہ۔ جملہ قارئین بدر سے عاجزانہ دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شادی کو ہر جہت سے بابرکت وکامیاب کرے۔ آمین۔ (قریشی عبد الحکیم، نمائندہ اخبار بدر بنگلور)

SUIT SPECIALIST
Proprietor
SYED ZAKI AHMAD
Bandra, Mumbai
Mobile : 09867806905

TAHIRA ENTERPRISE
Manufacturer of Leather & Rexine Goods (Belts, Wallets, Ladies Bags,etc)
Prop. : Mashooque Alam, Kolkata (WEST BENGAL)
Mob : 9830464271, 967455863

INDIAN ROLLING SHUTTERS
WHOLESALE DEALER
SUPPLIERS OF ALL SPARES PARTS OF ROLLING SHUTTERS
Specialist in : GEAR & REMOTE SHUTTERS
Prop : HAMEED AHMAD GHOURI
Add : Beside Andhra Bank, Balapur X Road, Hyderabad (T.S)
Mobile : 09849297718

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم المرتبت بدری صحابی اور آپؐ کے دوسرے خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اوصاف حمیدہ کے ضمن میں آپؓ کے زمانہ میں ہونے والی فتوحات کا ایمان افروز تذکرہ اور صحابہ کرام کی زبردست جنگی صلاحیتوں اور جاں نثاری کے ایمان افروز واقعات

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 10 ستمبر 2021 بطرز سوال و جواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال حضور انور نے اس خطبہ جمعہ میں حضرت عمر کے زمانے کی کن کن فتوحات کا ذکر کیا؟

جواب حضور انور نے اس خطبہ جمعہ میں حضرت عمر کے زمانے کے مندرجہ ذیل علاقوں اور شہر کی فتوحات کا ذکر فرمایا: دِمَشْق، بِقَاع، بَثَنِیَّه، حَوْرَان، طَبَرِیَّه، بَعْلَبَكّ، فِحْل، بَیْسَان، مَرْجُ الرُّوم، حَمَاة، شَیْزَر، سَلَمْیَه، لَاذِقِیَّه، قِنِّسْرِیْن، قَیْسَارِیّه۔

سوال حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کیا تحریر کیا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت ابو عبیدہ نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں تحریر کیا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ہرقل حِمص میں مقیم ہے اور وہاں سے دِمُشق فوجیں روانہ کر رہا ہے لیکن یہ فیصلہ کرنا میرے لیے دشوار ہے کہ پہلے دِمُشق پر حملہ کروں یا فِحل پر۔ (فِحل بھی شام میں ایک جگہ کا نام ہے)

سوال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ کو کیا جواب تحریر فرمایا؟

جواب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ: پہلے دِمُشق پر حملہ کر کے اسے فتح کرو کہ وہ شام کا قلعہ ہے اور اس کا صدر مقام ہے۔ ساتھ ہی فِحل میں بھی سوار دستے بھیج دو جو انہیں تمہاری طرف نہ بڑھنے دیں۔ اگر دِمَشق سے پہلے فِحل فتح ہو جائے تو بہتر ورنہ دِمَشق فتح کر لینے کے بعد تھوڑی سی فوج وہاں چھوڑ دینا اور تمام سرداروں کو اپنے ساتھ لے کر فِحل روانہ ہو جانا اور اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں فِحل کو فتح کرا دے تو خالد اور تم حِمص چلے جانا اور شُرَحْبِیل اور عَمرو کو اردن اور فلسطین بھیج دینا۔

سوال دمشق کی فتح کے موقع پر عیسائی سپہ سالار نے اسلامی سفیر معاذ بن جبل کو کیا پیشکش کی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ نے حضرت مُعاذ بن جبلؓ کو سفارت کے لیے بھیجا۔ حضرت مُعاذ بن جبلؓ نے ان کے سامنے اسلامی تعلیم پیش کی مگر انہوں نے یعنی دشمنوں نے اسے قبول نہ کیا۔ رومیوں نے حضرت معاذ کو یہ پیشکش کی کہ ہم تم کو بَلقاء کا ضلع اور اُردن کا وہ حصہ جو تمہاری زمین سے متصل ہے تمہیں دیتے ہیں تم یہ ملک چھوڑ کر فارس چلے جاؤ۔

سوال معاذ بن جبل کے بعد رومیوں نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو کیا لالچ دی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: اس کے بعد رومیوں نے براہ راست ابوعُبَیدہ سے گفتگو کرنی چاہی۔ چنانچہ اس غرض سے ایک خاص قاصد آپؓ سے بات کرنے آیا۔ وہ آپؓ کو سادے اور عام لباس میں دیکھ کر حیرت میں پڑ گیا اور تعجب سے ان کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ کیا درحقیقت تم ہی سردار ہو؟ ابوعُبَیدہ نے کہا ہاں۔ قاصد نے کہا کہ ہم تمہاری فوج کو فی کس دو دو اشرفیاں دے دیں گے، تم یہاں سے چلے جاؤ۔

سوال دمشق کی فتح کس طرح ہوئی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: عیسائی مدد کے انتظار میں لڑائی کو ٹال رہے تھے۔ حضرت خالدؓ ان کی چال سمجھ گئے تو انہوں نے حضرت ابوعُبَیدہؓ کی خدمت میں کہا کہ رومی ہم سے مرعوب ہو چکے ہیں حملے کا یہی وقت ہے۔ چنانچہ اسی وقت اعلان کیا گیا کہ اگلے روز حملہ ہوگا فوج تیار ہو جائے۔ ایک گھنٹے کی شدید جنگ ہوئی۔ اس کے بعد رومی لشکر کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ نہایت بدحواسی سے بھاگے۔ بعد میں حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ تمام زمین جو قبضے میں کی گئی ہے ان کے مالکوں کے پاس ہی رہے گی۔ کوئی زمین کسی سے لی نہیں جائے گی اور لوگوں کی جانیں اور مال اور زمین اور مکانات اور عبادت گاہیں سب محفوظ رہیں گی۔ صرف مساجد کے لیے جگہ لی جائے گی۔

سوال حِمص کا شہر کس طرح فتح ہوا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حِمص 14 ہجری میں فتح ہوا۔ یہ شام کا ایک مشہور شہر تھا اور جنگی اور سیاسی اہمیت رکھتا تھا۔ حِمص کے قریب رومیوں نے ہی خود بڑھ کر مقابلہ کرنا چاہا چنانچہ ایک فوجِ کثیر حِمص سے نکل کر جُوسِیَہ میں مسلمانوں کے مقابل ہوئی لیکن ان کو شکست ہوئی۔ حضرت ابوعُبَیدہؓ اور حضرت خالد بن ولیدؓ نے حِمص پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ سخت سردی کا موسم تھا۔ رومیوں کو یقین تھا کہ مسلمان کھلے میدان میں دیر تک نہیں لڑ سکیں گے۔ اسکے ساتھ ہِرَقل کی طرف سے مدد کی امید بھی تھی۔ ہِرَقل اہلِ حِمص سے مدد کا وعدہ کر کے اور انہیں مقابلے کی ہمت دلا کر خود رُھَاء چلا گیا۔ حِمص والے قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہے۔ وہ اسی دن مسلمانوں سے لڑنے کے لیے نکلتے جس دن سخت سردی ہوتی۔ رومی ہرقل کی مدد کے انتظار میں تھے اور چاہتے تھے کہ مسلمان سردی سے عاجز آ کر بھاگ جائیں لیکن مسلمانوں نے ثباتِ قدم دکھایا اور ہرقل کی مدد بھی ان کو نہ پہنچی اور سردی کے دن بھی گزر گئے تو اہل حِمص کو یقین ہو گیا کہ اب ان لوگوں کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ انہوں نے صلح کی درخواست کی۔ مسلمانوں نے اسے قبول کر لیا اور شہر کے سارے مکان اہل شہر کے لیے چھوڑ دیے گئے اور دِمَشق کی طرح خراج اور جزیہ پر صلح کر لی گئی۔

سوال لاذقیہ کی مشکل فتح کو حضرت ابو عبیدہ نے کس طرح آسان بنایا اور کیا جنگی چال چلی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت ابوعُبَیدہؓ نے محسوس کر لیا کہ اسے فتح کرنا بہت مشکل ہے۔ اگر وہ اس کے مقابلے پہ خیمہ زن ہو جاتے ہیں تو عرصہ قیام بہت لمبا ہو جائے گا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لمبا عرصہ کا جو یہ محاصرہ ہے اس دوران دشمنوں کی طرف سے ان کو مدد بھی پہنچ جائے اور یہاں سے ناکام لوٹنا پڑے یا پھر شہر کا محاصرہ زیادہ لمبا کیا جائے تو اَنطاکِیہ جانا ناممکن ہو جائے گا تو آپ نے ایک رات میدان میں بہت سے گہرے گڑھے کھدوائے اتنے کہ گھوڑے پر سوار بیٹھا ان میں چھپ جائے اور انہیں گھاس سے چھپا دیا اور صبح محاصرہ اٹھا کر حِمص کی طرف روانہ ہو گئے۔ شہر والوں نے محاصرہ اٹھتے دیکھا تو خوش ہوئے اور اطمینان سے شہر کے دروازے کھول دیے۔ دوسری طرف حضرت ابوعُبَیدہؓ راتوں رات اپنی فوج سمیت واپس آ گئے اور ان غار نما گڑھوں میں چھپ گئے۔ صبح جب شہر کے دروازے کھلے تو مسلمانوں نے ان پر حملہ کر دیا کچھ مسلمانوں نے شہر کے دروازے پر قبضہ کر لیا جو قلعہ سے باہر تھے انہوں نے بھاگنے میں اپنی عافیت جانی اور جو شہر میں موجود تھے ان پر خوف طاری ہو چکا تھا۔ لہٰذا جو لوگ شہر میں تھے ان میں سے ہر ایک راہ نجات کی جستجو میں لگ گیا۔ ان کے لیے اطاعت اور تسلیم کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔ چنانچہ انہوں نے صلح کر لی اور بھاگنے والوں نے امان چاہی۔ مسلمانوں نے شہر میں داخل ہو کر شہر کو فتح کر لیا۔ حضرت ابوعُبَیدہ بن جَرّاحؓ نے جزیے پر صلح کر لی اور ان کا گرجا انہی کے قبضے میں رہنے دیا اور بعد میں مسلمانوں نے اس کے قریب ہی اپنی ایک مسجد بنالی۔

سوال قیساریہ کی فتح کس طرح ہوئی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: یہ پندرہ ہجری کی فتح ہے۔ قَیسَارِیّہ پر اوّل تیرہ ہجری میں عَمرو بن عاصؓ نے چڑھائی کی اور مدت تک محاصرہ کیے پڑے رہے لیکن فتح نہ ہو سکا۔ ابوعُبَیدہ کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید بن ابی سفیان کو ان کی جگہ مقرر کیا اور حکم دیا کہ قَیسَارِیّہ کی مہم پر جاؤ۔ یزید سترہ ہزار کی جمعیت کے ساتھ روانہ ہوئے اور شہر کا محاصرہ کیا لیکن اٹھارہ ہجری میں جب بیمار ہوئے تو اپنے بھائی امیر معاویہ کو اپنا قائم مقام مقرر کر کے دِمُشق چلے آئے۔ وہیں ان کی وفات ہو گئی۔ حضرت معاویہؓ نے قَیسَارِیّہ پہنچ کر اسکا محاصرہ کر لیا۔ جب محاصرہ طویل ہو گیا تو ایک دن مرنے مارنے کے ارادے سے نکلے لیکن شکست کھائی اور ایسی عبرت ناک شکست کھائی کہ میدانِ جنگ میں ان کے اسّی ہزار سپاہی مارے گئے اور یہ تعداد ہزیمت و فرار کے بعد ایک لاکھ تک پہنچ گئی۔

سوال خطبہ کے آخر پر حضور انور نے کن مرحومین کا ذکر خیر فرمایا اور نماز جنازہ غائب پڑھائی؟

جواب حضور انور نے چار مرحومین مکرمہ خدیجہ صاحبہ اہلیہ مکرم مولوی کے محمد علوی صاحب سابق مبلغ کیرالہ، مکرم ملک سلطان رشید خان صاحب آف کوٹ فتح خان سابق امیر ضلع اٹک، مکرم عبدالقیوم صاحب انڈونیشیا اور مکرم داؤدہ رزاقی یونس صاحب بینن کا ذکرِ خیر فرمایا اور نمازِ جنازہ غائب پڑھائی۔

......☆......☆......☆......

> رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں
>
> جب گفتگو کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے، جب اسکے پاس امانت رکھی جاتی ہے تو خیانت سے کام لیتا ہے

لغویات کے نقصانات اور اس سے اجتناب پر قرآن و حدیث کے حوالہ سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا بصیرت افروز خطبہ جمعہ

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 20 راگست 2004 بطرز سوال و جواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال وہ اعمال کیا ہیں جن سے انسان اللہ تعالیٰ کی جنتوں کا وارث ہوگا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: پہلا زینہ نمازوں میں عاجزی دکھانا، دوسرا زینہ لغویات سے پرہیز، تیسرا درجہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا چوتھا زینہ شرم گاہوں کی حفاظتا ور اسی طرح منہ آنکھ کان وغیرہ کی بھی حفاظت، پانچواں زینہ عہدوں اور وعدوں کی ادائیگی، چھٹا درجہ نمازوں کی حفاظت ہے۔ یعنی ایک فکر کے ساتھ اپنی نمازوں کی بروقت ادائیگی کی طرف توجہ رکھنا۔

سوال حضور انور نے کس موضوع پر خصوصیت کے ساتھ خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: اس وقت میں نسبتاً ذرا تفصیل سے اس سیڑھی کے دوسرے درجے یعنی وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ کے بارے میں کچھ کہوں گا۔

سوال حضور انور نے لغو کی کیا تعریف و تشریح بیان فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: ایک تو یہ کہ حرام چیزیں لغویات میں شامل ہیں۔ دوسرے یہ کہ مکروہ چیزیں لغویات میں شامل ہیں۔ پھر لغو کا لفظ خاص طور پر بات چیت میں غلط اور گناہ کی باتیں کرنے کو بھی کہتے ہیں اور یہ کہ ایسا جائز یا حلال کام بھی لغویات میں شمار ہوتا ہے جس کی کسی مومن کو ضرورت نہیں ہے۔

سوال حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے لغو کے کیا معنے بیان فرمائے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللَّغْو میں کل باطل، کل معاصی، لغو میں داخل ہیں، تاش، گنجوفہ چوسر سب ممنوع ہیں۔ گپیں ہانکنا، نکتہ چینیاں وغیرہ۔

سوال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس بارے میں کیا ارشادات ہیں؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: مومن اپنے دل کو لغو خیالات اور لغو شغلوں سے پاک کرے کیونکہ جب تک مومن یہ ادنیٰ قوت حاصل نہ کر لے کہ خدا کیلئے لغو باتوں اور لغو کاموں کو ترک کر سکے جو کچھ بھی مشکل نہیں اور صرف گناہ بے لذت ہے اس وقت تک یہ طمع خام ہے کہ مومن ایسے کاموں سے دستبردار ہو سکے جن سے دستبردار ہونا نفس پر بہت بھاری ہے اور جن کے ارتکاب میں نفس کو کوئی فائدہ یا لذت ہے۔

سوال حضور انور نے اس تعلق میں کیا مثال بیان فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: جلسوں کے بعد اجتماعوں کے بعد، جمعہ کے بعد دل پر بعض دفعہ بڑا گہرا اثر ہوتا ہے اور انسان ارادہ کرتا ہے کہ اب میں نے نیکی کی طرف ہی آگے قدم بڑھانا ہے۔ لیکن جب شام ہوتی ہے گھر سے نکلے بازار گئے، کوئی کام کرنے کیلئے گئے، کوئی دوست مل گیا بڑی محبت کا اظہار کیا بڑے طریقے سے بڑی خوبیاں گنوا کر کسی لاٹری کا تعارف کرا دیا، تمہارے پیسے بھی اس نے ضائع کئے، لالچ تو یہ دیا کہ پیسے ضائع نہیں ہوں گے لیکن حقیقت میں پیسے ضائع ہو رہے ہوتے ہیں، اور وہ ساتھ اپنے پیسے بھی ضائع کر رہا ہوتا ہے۔ یہاں مختلف جگہوں پر مشینیں لگی ہوتی ہیں

بعض گیمز پڑی ہوتی ہیں خاص طور پر نوجوان اور بچے، ویسے تو بڑے بھی اس میں کافی دلچسپی لیتے ہیں، باتوں باتوں میں ہی ان کو کھیلنے میں لگا دیا۔ اس طرح وہ دوستوں کی باتوں میں آ گئے۔ یا ایسے دوست جن کو سگریٹ پینے کی عادت ہوتی ہے ان کے ساتھ تعلق کی وجہ سے سگریٹ کی عادت پڑ جاتی ہے۔ پھر بڑھتے بڑھتے دوسری نشہ آور اشیاء بھی استعمال کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ تو ایسے لوگ جو اس طرح بگاڑنے کی کوشش کریں غلط قسم کے بیہودہ اور لغو لوگوں کے زمرے میں آتے ہیں، ان سے تعلقات ختم کرنے چاہئیں۔

سوال وہ لوگ جو معصوموں کو لغویات میں پھنساتے ہیں کس طرح کے ہوتے ہیں؟

جواب حضور انور نے فرمایا: یہ لوگ تمہیں بھی جھوٹ بلوانے کی کوشش کریں گے۔ تمہارے سے بھی ایسی حرکات سرزد کروائیں گے کہ تم بھی جھوٹ بولنے پر مجبور ہو جاؤ۔ اس لئے جب کبھی ایسے لوگ تمہارے قریب آئیں تو یاد رکھو کہ شیطان تمہارے خلاف حرکت میں آ گیا ہے اب اپنی خیر منا لو، اب تم جھوٹ بولنے کیلئے تیار ہو جاؤ اب تم بھی جرائم میں ملوث ہونے والے ہو۔ اس لئے بہتر ہے کہ اگر تم سچے ہو، سچے بننا چاہتے ہو، اپنا دامن بچانا چاہتے ہو تو ان لوگوں سے بچ کر رہو تاکہ ہمیشہ سچ پر قائم رہو کیونکہ یہ سب لغو تعلقات والے لوگ ہیں۔

سوال حضور انور نے سچ کی کیا اہمیت بیان فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہمیں وارننگ دے دی ہے کہ جھوٹ جو سب برائیوں کی جڑ ہے اس سے پرہیز کرو اس سے بچو تاکہ تم تمام لغویات سے بچے رہو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب گفتگو کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، جب وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے، جب اسکے پاس امانت رکھی جاتی ہے تو خیانت سے کام لیتا ہے۔

سوال سچ کی اہمیت اور فضیلت پر حضور انور نے دوسری حدیث کون سی بیان فرمائی؟

جواب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: صدق فرمانبرداری کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور فرمانبرداری جنت کی طرف لے جاتی ہے اور ایک شخص مسلسل سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں صدیق ہو جاتا ہے اور جھوٹ نافرمانیوں کی طرف لے جاتا ہے اور نافرمانیاں دوزخ کی طرف لے جاتی ہیں اور ایک شخص مسلسل جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کذاب شمار ہونے لگتا ہے۔

سوال قیامت کے دن ایک شخص کو اس کی لغویات کس طرح گھاٹے میں ڈالیں گی؟ حضور انور نے اس تعلق میں کون سی حدیث بیان فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے حقیقی مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ کے ساتھ آئے گا اور اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر بہتان لگایا ہوگا اور کسی کا مال کھایا ہوگا اور کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا۔ پس اس کی نیکیاں ان لوگوں کو دے دی جائیں گی جن کے ساتھ اس نے یہ سلوک کیا ہوگا۔ اگر اس کی نیکیاں اس کا حساب برابر ہونے سے قبل ختم ہو گئیں تو ان لوگوں کے جو گناہ ہیں اس ظلم کرنے کی وجہ سے اس کے سر پہ ڈال دیئے جائیں گے اور پھر اس کو آگ میں پھینک دیا جائے گا۔

سوال بدظنی سے بچنے کے متعلق حضور انور نے کیا ارشاد فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے یونہی بدظنی کرتے ہوئے الزام لگا دیتے ہیں، بغیر تحقیق کے یہ سوچ لیتے ہیں کہ فلاں نے میری شکایت کی ہوگی۔ یا فلاں نے فلاں شخص کو میرے خلاف ابھارا ہے وہ تو ہے ہی ایسا اور ویسا۔ تو بلا سوچے سمجھے ایسے الزام لگانا بھی ٹھیک نہیں ہے۔ اگر دوسرے شخص نے تمہارے خلاف واقعی ایسی حرکت کی ہے تو اس کا گناہ اس کے سر ہے تم کیوں بہتان لگا کر، ان لغویات میں پڑ کر اپنے سر اس کا گناہ لیتے ہو۔

سوال حرام مال کھانے کے متعلق حضور انور نے کیا ارشاد فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: ایک دوسرے کا مال بھی بعض لوگ ہوشیاری دکھا کے کھا جاتے ہیں۔ یاد رکھو کہ تم نے اس دنیا میں تو ہوشیاری دکھا لی لیکن اس دن کا خیال بھی کرو کہ جب جس کا مال کھایا ہے اس کا گناہ بھی اس حدیث کے مطابق، یہ جو انذار کیا گیا ہے، اس مال کھانے والے کے سر پر ہی پڑے گا۔ اس لئے اس دنیا میں بہت پھونک پھونک کے قدم رکھنے کی ضرورت ہے بلکہ ہر ہلکی سی برائی بھی بعض دفعہ خوفناک انجام تک لے جاتی ہے۔ اس لئے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے آگے جھکے رہنا چاہئے اس کا فضل مانگتے رہنا چاہئے۔

سوال موجودہ زمانے میں کس چیز کو حضور انور نے بڑی لغویات میں سے قرار دیا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: انٹرنیٹ ایک لحاظ سے آجکل کی بہت بڑی لغو چیز ہے۔ اس نے بھی کئی گھروں کو اجاڑ دیا ہے۔ ایک تو یہ رابطے کا بڑا سستا ذریعہ ہے پھر اسکے ذریعہ سے بعض لوگ پھرتے پھراتے رہتے ہیں اور پتہ نہیں کہاں تک پہنچ جاتے ہیں۔ شروع میں شغل کے طور پر سب کام ہو رہا ہوتا ہے پھر بعد میں یہی شغل عادت بن جاتا ہے اور گلے کا ہار بن جاتا ہے چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا نشہ ہے اور نشہ بھی لغویات میں ہے۔

سوال غلط صحبت سے پرہیز کے متعلق حضور انور نے کیا فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا :: غلط صحبت بھی لغویات میں شمار ہوتی ہیں ان سے بچنا چاہئے۔

سوال زبان کے صحیح استعمال کے متعلق حضور انور نے کیا فرمایا؟

جواب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ زبان کو فضول گوئیوں سے پاک رکھا جاوے۔ زبان وجود کی ڈیوڑھی ہے اور زبان کو پاک کرنے سے گویا خدا تعالیٰ وجود کی ڈیوڑھی میں آ جاتا ہے۔ جب خدا تعالیٰ ڈیوڑھی میں آ گیا تو پھر اندر آنا کیا تعجب ہے۔

......☆......☆......☆......

LOVE FOR ALL HATRED FOR NONE
RSB Traders & whole seller

Specialist in Teddy Bear Ladies & Kids items, All Types of Bags & Garments items
Mob: 9647960851
9082768330
Branch: Aroti Tola Po muluk Bolpur-Birbhum
Head office: Q84 Akra Road Po.Bartala, Kolkata-18
طالب دعا : جانِ عالم شیخ
(جماعت احمدیہ شانتی نکیتن، بولپور، بیربھوم۔بنگال)

بقیہ اداریہ از صفحہ نمبر 2

کیونکہ اگر انعامی رسالہ کا انہوں نے جواب نہ دیا تو بلاشبہ لوگ سمجھ جائیں گے کہ وہ سیدھے طریق سے مباحثات پر بھی قادر نہیں ہیں۔ (اَلْمُشْتَہِر مرزا غلام احمد از قادیان، یکم ستمبر 1902) (تحفہ گولڑویہ رُوحانی خزائن جلد 17 صفحہ 36)

اگر آسمان کے نیچے میری طرح کوئی اور بھی تائید یافتہ ہے تو کیوں وہ میرے مقابل پر میدان میں نہیں آتا؟

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

نہ معلوم کہ میری تکذیب کیلئے اِس قدر کیوں مصیبتیں اٹھا رہے ہیں اگر آسمان کے نیچے میری طرح کوئی اور بھی تائید یافتہ ہے اور میرے اس دعویٰ مسیح موعود ہونے کا مکذّب ہے تو کیوں وہ میرے مقابل پر میدان میں نہیں آتا؟ عورتوں کی طرح باتیں بنانا یہ طریق کس کو نہیں آتا۔ ہمیشہ بے شرم منکر ایسا ہی کرتے رہے ہیں لیکن جبکہ میں میدان میں کھڑا ہوں اور تیس ہزار کے قریب عقلاء اور علماء اور فقراء اور فہیم انسانوں کی جماعت میرے ساتھ ہے اور بارش کی طرح آسمانی نشان ظاہر ہو رہے ہیں تو کیا صرف مُنہ کی پھُونکوں سے یہ الٰہی سلسلہ برباد ہو سکتا ہے؟ کبھی برباد نہیں ہوگا۔ وہی برباد ہوں گے جو خدا کے انتظام کو نابود کرنا چاہتے ہیں۔ (1) خدا نے مجھے قرآنی معارف بخشے ہیں۔ (2) خدا نے مجھے قرآن کی زبان میں اعجاز عطا فرمایا ہے۔ (3) خدا نے میری دُعاؤں میں سب سے بڑھ کر قبولیت رکھی ہے۔ (4) خدا نے مجھے آسمان سے نشان دیئے ہیں۔ (5) خدا نے مجھے زمین سے نشان دیئے ہیں۔ (6) خدا نے مجھے وعدہ دے رکھا ہے کہ تجھ سے ہر ایک مقابلہ کرنے والا مغلوب ہوگا۔ (7) خدا نے مجھے بشارت دی ہے کہ تیرے پَیرو ہمیشہ اپنے دلائل صدق میں غالب رہیں گے اور دُنیا میں اکثر وہ اور اُن کی نسل بڑی بڑی عزّتیں پائیں گے تا اُن پر ثابت ہو کہ جو خدا کی طرف آتا ہے وہ کچھ نقصان نہیں اٹھاتا۔ (8) خدا نے مجھے وعدہ دے رکھا ہے کہ قیامت تک اور جب تک کہ دنیا کا سلسلہ منقطع ہو جائے میں تیری برکات ظاہر کرتا رہوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ (9) خدا نے آج سے بیس برس پہلے مجھے بشارت دی ہے کہ تیرا انکار کیا جائے گا اور لوگ تجھے قبول نہیں کریں گے پر میں تجھے قبول کروں گا اور بڑے زور آور حملوں سے تیری سچائی ظاہر کر دوں گا۔ (10) اور خدا نے مجھے وعدہ دیا ہے کہ تیری برکات کا دوبارہ نور ظاہر کرنے کے لئے تجھ سے ہی اور تیری ہی نسل میں سے ایک شخص کھڑا کیا جائے گا جس میں مَیں رُوح القدس کی برکات پھُونکوں گا۔ وہ پاک باطن اور خدا سے نہایت پاک تعلق رکھنے والا ہوگا اور مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَا ہوگا گویا خدا آسمان سے نازل ہوا۔ وَتِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ۔

دیکھو وہ زمانہ چلا آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا اِس سلسلہ کی دُنیا میں بڑی قبولیت پھیلائے گا اور یہ سلسلہ مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب میں پھیلے گا اور دنیا میں اسلام سے مراد یہی سلسلہ ہوگا۔ یہ باتیں انسان کی باتیں نہیں یہ اُس خدا کی وحی ہے جسکے آگے کوئی بات اَنہونی نہیں۔ (تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17، صفحہ 181)

آئندہ شمارہ میں ہم انشاء اللہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اور انعامی چیلنج قارئین کی خدمت میں پیش کریں گے۔ (منصور احمد مسرور)

......☆......☆......☆......

بقیہ سیرۃ المہدی از صفحہ نمبر 12

لیمونیڈ جنجر وغیرہ بھی گرمی کے دنوں میں پی لیا کرتے تھے بلکہ شدّت گرمی میں برف بھی امرتسر، لاہور سے خود منگوا لیا کرتے تھے۔ بازاری مٹھائیوں سے بھی آپ کو کسی قسم کا پرہیز نہ تھا نہ اس بات کی پرچول تھی کہ ہندو کی ساختہ ہے یا مسلمانوں کی۔ لوگوں کی نذرانہ کے طور پر آوردہ مٹھائیوں میں سے بھی کھا لیتے تھے اور خود بھی روپیہ دو روپیہ کی مٹھائی منگوا کر رکھا کرتے تھے۔ مٹھائی بچوں کیلئے ہوتی تھی کیونکہ وہ اکثر حضور ہی کے پاس چیزیں یا پیسہ مانگنے دوڑے آتے تھے۔ میٹھے بھرے ہوئے سموسے یا بیدانہ عام طور پر یہ دو ہی چیزیں آپ ان بچوں کیلئے منگوا رکھتے کیونکہ یہی قادیان میں ان دنوں میں اچھی بنتی تھیں۔

ایک بات یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ آپ کو اپنے کھانے کی نسبت اپنے مہمانوں کے کھانے کا زیادہ فکر رہتا تھا اور آپ دریافت فرما لیا کرتے تھے کہ فلاں مہمان کو کیا کیا پسند ہے اور کس کس چیز کی اس کو عادت ہے چنانچہ مولوی محمد علی ایم۔اے کا جب تک نکاح نہیں ہوا تب تک آپ کو ان کی خاطر داری کا اس قدر اہتمام تھا کہ روزانہ خود اپنی نگرانی میں ان کیلئے دودھ، چائے، بسکٹ، مٹھائی، انڈے وغیرہ برابر صبح کے وقت بھیجا کرتے اور پھر لے جانے والے سے دریافت بھی کر لیتے تھے کہ انہوں نے اچھی طرح سے کھا بھی لیا۔ تب آپ کو تسلّی ہوتی۔ اسی طرح خواجہ صاحب کا بڑا خیال رکھتے اور بار بار دریافت فرمایا کرتے کہ کوئی مہمان بھوکا تو نہیں رہ گیا یا کسی کی طرف سے ملازمانِ لنگر خانہ نے تغافل تو نہیں کیا۔ بعض موقعہ پر ایسا ہوا کہ کسی مہمان کیلئے سالن نہیں بچا یا وقت پر ان کے کھانا رکھنا بھول گیا تو اپنا سالن یا سب کھانا اس کیلئے اُٹھوا کر بھجوا دیا۔

بارہا ایسا بھی ہوا کہ آپ کے پاس تحفہ میں کوئی چیز کھانے کی آئی تو یا خود کوئی چیز آپ نے ایک وقت منگوائی پھر اس کا خیال نہ رہا اور وہ صندوق میں پڑی پڑی سڑ گئی یا خراب ہو گئی اور اسے سب کا سب پھینکنا پڑا۔ یہ دنیا دار کا کام نہیں۔ ان اشیاء میں سے اکثر چیزیں تحفہ کے طور پر خدا کے وعدوں کے ماتحت آتی تھیں اور بارہا ایسا ہوا کہ حضرت صاحب نے ایک چیز کی خواہش فرمائی اور وہ اسی وقت کسی نووارد یا مرید با اخلاص نے لا کر حاضر کر دی۔

آپ کو کوئی عادت کسی چیز کی نہ تھی۔ پان البتہ کبھی کبھی دل کی تقویت یا کھانے کے بعد منہ کی صفائی کیلئے یا کبھی گھر میں سے پیش کر دیا گیا تو کھا لیا کرتے تھے۔ یا کبھی کھانسی نزلہ یا گلے کی خراش ہوئی تو بھی استعمال فرمایا کرتے تھے۔ حقہ تمباکو کو آپ ناپسند فرمایا کرتے تھے بلکہ ایک موقعہ پر کچھ حقہ نوشوں کو نکال بھی دیا تھا۔ ہاں جن ضعیف العمر لوگوں کو مدت العمر سے عادت لگی ہوئی تھی ان کو آپ نے بسبب مجبوری کے اجازت دے دی تھی۔ کئی احمدیوں نے تو اس طرح پر حقہ چھوڑا کہ ان کو قادیان میں وارد ہونے کیلئے حقہ کی تلاش میں تکیوں میں یا مرزا نظام الدین وغیرہ کی ٹولی میں جانا پڑتا تھا اور حضرت صاحب کی مجلس سے اُٹھ کر وہاں جانا کیونکہ بہشت سے نکل کر دوزخ میں جانے کا حکم رکھتا تھا اس لئے باغیرت لوگوں نے حقہ کو الوداع کہی۔ (باقی آئندہ)

(سیرۃ المہدی، جلد اوّل، مطبوعہ قادیان 2008)

......☆......☆......☆......

EDITOR
MANSOOR AHMAD
Mobile. : +91 82830 58886
e -mail : badrqadian@rediffmail.com
website : www.akhbarbadrqadian.in
www.alislam.org/badr

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF THE NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO RN 61/57

ہفت روزہ بدر قادیان
Weekly **BADAR** Qadian
Distt. Gurdaspur (Pb.) INDIA Qadian - 143516

Postal Reg. No. GDP/001/2019-22 Vol. 70 Thursday 16 - December - 2021 Issue. 50

MANAGER
SHAIKH MUJAHID AHMAD
Mobile : +91 99153 79255
e-mail: managerbadrqnd@gmail.com

ANNUAL SUBSCRIPTION : Rs.800/- (Per Issue : Rs.16/-) By Air : 50 Pounds or 80 US Dollars - 60 Euro (**WEIGHT** : 50 -100 Gms/Issue)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت اس چیز کی وجہ سے ہے جو اسکے دل کے اندر ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو حقیقت میں حضرت ابوبکرؓ نے جو صدق دکھایا اس کی نظیر ملنی مشکل ہے

آنحضرت ﷺ کے عظیم المرتبت بدری صحابی اور پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اوصاف حمیدہ کا ایمان افروز تذکرہ

خلاصہ خطبہ جمعہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 10 ؍دسمبر 2021ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد (برطانیہ)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبول اسلام کے بارے میں ذکر ہو رہا تھا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دعویٰ نبوت فرمایا تو اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہیں باہر گئے ہوئے تھے واپس تشریف لائے تو آپ کی ایک لونڈی نے آپ سے کہا کہ آپ کا دوست تو پاگل ہو گیا ہے اور وہ عجیب عجیب باتیں کرتا ہے۔ کہتا ہے کہ مجھ پر آسمان سے فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسی وقت اٹھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان پر پہنچ کر آپ کے دروازہ پر دستک دی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو حضرت ابوبکر نے عرض کیا کہ میں آپ سے صرف ایک بات پوچھنے آیا ہوں کیا آپ نے یہ کہا ہے کہ خدا کے فرشتے مجھ پر نازل ہوتے ہیں اور مجھ سے باتیں کرتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال سے کہ ایسا نہ ہو ان کو ٹھوکر لگ جائے تشریح کرنی چاہی۔ مگر حضرت ابوبکر نے کہا آپ تشریح نہ کریں اور مجھے صرف اتنا بتائیں کہ کیا آپ نے یہ بات کہی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اس خیال سے کہ معلوم نہیں یہ سوال کریں کہ فرشتوں کی شکل کیسی ہوتی ہے اور وہ کس طرح نازل ہوتے ہیں؟ پہلے کچھ تمہیدی طور پر بات کرنی چاہی مگر حضرت ابوبکر نے پھر کہا کہ نہیں نہیں آپ صرف یہ بتائیں کہ کیا یہ بات درست ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں درست ہے اس پر حضرت ابوبکر نے عرض کیا کہ میں آپ پر ایمان لاتا ہوں۔ اور پھر انہوں نے کہا یا رسول اللہ میں نے دلائل بیان کرنے سے صرف اس لئے روکا تھا کہ میں چاہتا تھا کہ میرا ایمان مشاہدہ پر ہو دلائل پر اسکی بنیاد نہ ہو کیونکہ آپ کو صادق اور راستباز تسلیم کرنے کے بعد کسی دلیل کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

پھر ایک جگہ حضرت مصلح موعود نے اس واقعہ کو یوں بیان فرمایا ہے کہ حضرت ابوبکر نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ہی دلیل سے مانا ہے اور کبھی ان کے دل میں آپ کے متعلق ایک لمحہ کیلئے بھی شبہ پیدا نہیں ہوا۔ وہ صرف یہ جانتے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ کبھی نہیں بولا۔ جب اس نے کبھی بندوں پر جھوٹ نہیں بولا تو خدا پر کیوں جھوٹ بولنے لگا۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے جسے بھی اسلام کی طرف بلایا اس نے ٹھوکر کھائی اور تردد کیا اور انتظار کرتا رہا سوائے ابوبکر کے۔ میں نے جب ان سے اسلام کا ذکر کیا تو نہ وہ اس سے پیچھے ہٹے اور نہ انہوں نے اس کے بارے میں تردد کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو اللہ نے مجھے تمہاری طرف مبعوث کیا اور تم نے کہا تو جھوٹا ہے اور ابوبکر نے کہا سچا ہے۔ اور انہوں نے اپنی جان و مال سے میرے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صدیق کا خطاب دیا ہے تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ آپ میں کیا کیا کمالات تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت اس چیز کی وجہ سے ہے جو اسکے دل کے اندر ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو حقیقت میں حضرت ابوبکر نے جو صدق دکھایا اس کی نظیر ملنی مشکل ہے اور سچ تو یہ ہے کہ ہر زمانہ میں جو شخص صدیق کے کمالات حاصل کرنے کی خواہش کرے اس کیلئے یہ ضروری ہے کہ ابوبکری خصلت اور فطرت کو اپنے اندر پیدا کرنے کیلئے جہاں تک ممکن ہو مجاہدہ کرے اور پھر حتی المقدور دعا سے کام لے۔ جب تک ابوبکری فطرت کا سایہ اپنے اوپر ڈال نہیں لیتا اور اسی رنگ میں رنگین نہیں ہو جاتا صدیقی کمالات حاصل نہیں ہو سکتے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: حضرت ابوبکر صدیق کو ہی دیکھو کہ جب وہ شام کے ملک سے واپس آرہے تھے تو راستہ میں ایک شخص ان کو ملا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ کوئی تازہ خبر سناؤ۔ اس شخص نے جواب دیا کہ اور تو کوئی تازہ خبر نہیں البتہ تمہارے دوست محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغمبری کا دعویٰ کیا ہے۔ اس پر ابوبکر صدیق نے ان کو جواب دیا کہ اگر اس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو وہ سچا ہے۔ وہ جھوٹا کبھی نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق سیدھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان پر چلے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہنے لگے کہ آپ گواہ رہیں کہ سب سے پہلے آپ پر ایمان لانے والا میں ہوں۔ دیکھو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی معجزہ نہیں مانگا تھا۔ صرف پہلے تعارف کی برکت سے وہ ایمان لے آئے تھے۔ یاد رکھو معجزات وہ طلب کیا کرتے ہیں جن کو تعارف نہیں ہوتا۔ جو لنگوٹیا یار ہوتا ہے اس کیلئے تو سابقہ حالات ہی معجزہ ہوتے ہیں اسکے بعد حضرت ابوبکر کو بڑی بڑی تکالیف کا سامنا ہوا۔ طرح طرح کے مصائب اور سخت درجہ کے دکھ اٹھانے پڑے لیکن دیکھو اگر سب سے زیادہ انہیں کو دکھ دیا گیا تھا اور وہی سب سے بڑھ کر ستائے گئے تھے تو سب سے پہلے تخت نبوت پر وہی بٹھائے گئے تھے۔

حضور انور نے فرمایا: اس بارے میں بھی بحث ہوتی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے کون ایمان لایا۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم.اے. رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے مشن کی تبلیغ شروع کی تو سب سے پہلے ایمان لانے والی حضرت خدیجہ تھیں جنہوں نے ایک لمحہ کیلئے بھی تردد نہیں کیا۔ حضرت خدیجہ کے بعد مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے کے متعلق مورخین میں اختلاف ہے۔ بعض حضرت ابوبکر عبداللہ بن ابی قحافہ کا نام لیتے ہیں۔ بعض حضرت علی کا یا زید بن حارثہ کا، لیکن آپ لکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یہ جھگڑا فضول ہے۔ حضرت علی اور زید بن حارثہ آنحضرت ﷺ کے گھر کے آدمی تھے اور آپ کے بچوں کی طرح آپ کے ساتھ رہتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کا فرمانا تھا اور ان کا ایمان لانا تھا۔ ان دونوں بچوں کو نکال دو تو حضرت ابوبکر مسلمہ طور پر مقدم اور سابق بالا یمان تھے۔

حضرت ابوبکر اپنی شرافت اور قابلیت کی وجہ سے قریش میں بہت مکرم و معزز تھے اور اسلام میں تو ان کو وہ رتبہ حاصل ہوا جو کسی اور صحابی کو حاصل نہیں۔ حضرت ابوبکر نے ایک لمحہ کیلئے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوی میں شک نہیں کیا بلکہ سنتے ہی قبول کیا اور پھر انہوں نے اپنی ساری توجہ اور اپنی جان اور مال کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی خدمت میں وقف کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ میں ابوبکر کو زیادہ عزیز رکھتے تھے اور آپ کی وفات کے بعد وہ آپ کے پہلے خلیفہ ہوئے۔ اپنی خلافت کے زمانہ میں بھی انہوں نے بے نظیر قابلیت کا ثبوت دیا۔

حضور انور نے فرمایا کہ عشرہ مبشرہ میں سے پانچ صحابہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے اسلام لانے والوں میں حضرت عثمان بن عفان، حضرت زبیر بن عوام، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت طلحہ بن عبید اللہ شامل تھے اور یہ سب کے سب اسلام میں ایسے جلیل القدر اور عالی مرتبہ اصحاب نکلے کہ چوٹی کے صحابہ میں شمار کئے جاتے ہیں۔

کفار مکہ نے اسلام قبول کرنے والوں پر طرح طرح کے مظالم کئے نہ صرف کمزور اور غلام مسلمان ہی ان کے ظلم وتشدد کا نشانہ بنے بلکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر بھی مشرکین مکہ کے مظالم سے محفوظ نہ رہے۔ سیرت حلبیہ میں ایک واقعہ مذکور ہے حضرت ابوبکر اور حضرت طلحہ نے جب اپنے اسلام کا اظہار کیا تو نوفل بن عدویہ نے ان دونوں کو پکڑ لیا۔ یہ شخص قریش کا شیر کہلاتا تھا اس نے ان دونوں کو ایک ہی رسی سے باندھ لیا۔ ان کے قبیلہ بنو تیم نے بھی ان دونوں کو نہ بچایا۔ اسی وجہ سے حضرت ابوبکر اور حضرت طلحہ کو قرینین بھی کہتے ہیں یعنی دو ساتھی ملے ہوئے۔

عروہ بن زبیر نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے پوچھا کہ وہ بدترین سلوک مجھے بتائیں جو مشرکین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام کے حطیم میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبی بن ابی معیط آیا اور اس نے کپڑا آپ کی گردن میں ڈال کر آپ کا گلہ زور سے گھونٹا اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہنچ گئے اور آکر انہوں نے عقبی کا کندھا پکڑا اور اسے دھکیل کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہٹا دیا اور کہا اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰهُ کہ کیا تم ایسے شخص کو مارتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ لوگوں سے پوچھا کہ اے لوگو! لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ اَے امیر المؤمنین آپ ہیں۔ حضرت علی نے فرمایا جہاں تک میری بات ہے میرے ساتھ جس نے مبارزت کی میں نے اس سے انصاف کیا یعنی اسے مار گرایا مگر سب سے بہادر ابوبکر ہیں۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بدر کے دن خیمہ لگایا پھر ہم نے کہا کہ کون ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے تا آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی مشرک نہ پہنچ پائے تو اللہ کی قسم حضرت ابوبکر اپنی تلوار کو سونتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہو گئے۔ پس وہ سب سے بہادر شخص ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ایک دفعہ چند دشمنوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تنِ تنہا پا کر پکڑ لیا اور آپ کے گلے میں پٹکا ڈال کر اسے مروڑنا شروع کیا۔ قریب تھا کہ آپ کی جان نکل جائے کہ اتفاق سے ابوبکر آنکلے اور انہوں نے مشکل سے چھڑایا اس پر اُنہوں نے ابوبکر کو اس قدر مارا پیٹا کہ وہ بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔

حضور انور نے فرمایا: غلاموں کو آزاد کروانے کے بارے میں حضرت ابوبکر کے بارے میں روایات ہیں۔ لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر نے جب اسلام قبول کیا تو ان کے پاس چالیس ہزار درہم تھے۔ آپ نے اسے اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور اُن سات کو آزاد کروایا جن کو اللہ کی وجہ سے تکلیف دی جاتی تھی۔ آپ نے حضرت بلال، عامر بن فہیرہ، زنیرہ، نہدیہ اور ان کی بیٹی، بنو موہل کی ایک لونڈی اور ام عبیس کو آزاد کروایا۔

حضور انور نے فرمایا: یہ ذکر ابھی انشاء اللہ آگے بھی چلے گا۔

......☆......☆......☆......

Printed & Published by: Jameel Ahmed Nasir on behalf of Nigran Board of Badar. Name of Owner: Nigran Board of Badar. And printed at Fazle-Umar Printing Press. Harchowal Road, Qadian, Distt. Gurdaspur-143516, Punjab. And published at office of Weekly Badar Mohallah - Ahmadiyya, Qadian Distt. Gsp-143516, Punjab. India. Editor:Mansoor Ahmad